مستند حوالوں سے مزین
تاریخی تحقیقی مقالہ
راج محل تاریخ کے آئینے میں
مرتب
شبیر احمد راج محلی
ناشر
AL FALAH SOCIAL WELFARE SOCIETY
الفلاح سوشل ویلفیئر سوسائٹی راج محل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مستند حوالوں سے مزین تاریخی تحقیقی مقالہ بنام

راج محل تاریخ کے آئینے میں

مرتب
شبیر احمد راج محلی

ناشر
الفلاح سوشل ویلفیئر سوسائٹی۔
راج محل، صاحب گنج، جھارکھنڈ، ۸۱۶۱۰۸

عریضہ

تمام قارئین کی بارگاہ میں عموماً اور علمائے اہل سنت راج محل کی جناب میں خصوصاً التماس وعریضہ ہے کہ یہ تاریخی تحقیقی مقالہ بنام **"راج محل تاریخ کے آئینے میں"** کڑی محنت ومشقت تلاش وجستجو کے بعد کچھ کچھ قیمتی وقت نکال کر آپ حضرات کی دعاؤں کے نتیجے میں لکھ پایا ہوں، راقم کی کڑی محنت ومشقت تلاش وجستجو کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ تاریخ راج محل پر اب تک ایک بھی مستقل کوئی کتاب نہیں ہے، لہٰذا گزارش ہے کہ اس مقالہ کو تحقیقی تنقیدی اصلاحی نظر سے ایک بار ضرور مطالعہ کریں اگرچہ کچھ وقت لگے مطالعہ میں مقالہ تھوڑا لمبا ہونے کی وجہ سے تو آپ ضرور لگائیں اور دوران مطالعہ کوئی بات حقیقت کے خلاف ہو اور اس کے برعکس آپ کے پاس کوئی تحقیق دلیل کے ساتھ موجود ہو تو نشاندہی ضرور فرمائیں تاکہ اصلاح کر لی جائے اور مکمل مطالعہ کے بعد اگر آپ اپنا تاثر قلم بند کرنا چاہتے ہیں اس مقالہ سے متعلق تو لکھ کر پرسنل ارسال فرمائیں ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد اس مقالہ کی آنلائن اشاعت کے بعد آفلائن اشاعت کی بھی بھرپور کوشش ہوگی۔

فقط والسلام۔

العارض:۔شبیر احمد راج محلی۔
رابطہ نمبر:7738778028

راج محل کیسے آباد ہوا؟

شہر راج محل جو پہلے صوبہ بہار پھر صوبہ بنگال پھر بہار اور اب صوبہ جھارکھنڈ
جس کو 15 نومبر 2000ء کو صوبہ بہار سے تقسیم کر کے تشکیل دیا گیا اس کے ضلع
صاحب گنج کا ایک خوبصورت قدیم تاریخی شہر اور نگر پنچایت ہے۔ الحمد للہ راقم
الحروف کا گھر اسی نگر پنچایت راج محل کے وارڈ نمبر ۱۱ ٹمیال میں موجود ہے۔ شہر
راج محل جو کہ ایک طرف سے تقریباً صوبہ بہار و جھارکھنڈ کے بوڈر پر تو دوسری
طرف سے بنگال و جھارکھنڈ کے بوڈر پر واقع ہے، اس کے محل وقوع کا نقشہ کچھ
یوں ہے کہ ایک طرف پہاڑ ہی پہاڑ ہے تو دوسری طرف ندی ہی ندی پہاڑ کے
کنارے کنارے ریل گاڑی چلتی دکھائی دیتی ہے تو ندی کے بیچوں بیچ بڑے
بڑے پانی جہاز انسانوں اور گاڑیوں سے بھرا ہوا تیرا کی کرتا دکھائی دیتا ہے
، بات کریں اس شہر کے تاریخی مقامات کی تو ایک طرف جہاں اکبر بادشاہ کے دور
کی کئ مسجدیں آج بھی موجود ہے خصوصاً اکبر آبادی مسجد جو کہ بڑی مسجد کے نام
سے منگل ہاٹ کے قریب وسیع و عریض جگہ پر موجود ہے جو کہ حکومت کے زیرِ
نگرانی میں اپنی پرانی پرکشش عمارت کے ساتھ محفوظ ہے مگر افسوس! اس تاریخی
مسجد میں نہ آذان ہوتی ہے نہ نماز، اس کی سب سے بڑی وجہ آج مسجد کے
قریب مسلم آبادی کا نہ ہونا بھی ہے، آج وہاں مسجد کے چاروں طرف حکومت کی
جانب سے پھولوں کا باغیچہ لگایا گیا ہے اب یہ تاریخی مسجد صرف گھومنے کی جگہ
ہو کر رہ گئی ہے اکثر لوگ تہواروں میں یہاں تفریح کے لیے آیا کرتے ہیں، اسی
مسجد سے کچھ ہی قدم کے فاصلے پر بارہ دروازے پر مشتمل ایک پرانی عمارت
بھی واقع ہے جو بالکل لب روڈ چمکتا نظر آتا ہے عمارت کے نقش و نگار سے لوگوں
کی نظریں نہیں ہٹتی ہے، یہاں کی زمین سے قیمتی سفید بالو برآمد ہوتے ہیں زمین

کے اندر سے سفید بالو نکالنے کے لیے کئی کمپنیاں بھی یہاں موجود ہے، ان کمپنیوں
کے توسط سے راج محل کے بہت سے گھروں کی روزی روٹی چلتی ہے ہم نے بچپن
میں دیکھا ہے کہ صبح کے وقت بہت سارے لوگ جماعت در جماعت ہندو مسلم
سب مل کر سائیکل پر سوار ہو کر ان کمپنیوں پر کام کرنے آیا کرتے تھے آج بھی
آتے ہیں مگر پہلے کے مقابلے میں مزدوروں کی تعداد روز بروز کم ہوتی چلی جا رہی
ہے بہت سے مزدور تو ریٹائرڈ ہو گئے اور کچھ مزدور باقی رہ گئے ہیں لیکن! اب
مشینری کے دور میں نئے مزدوروں کی بھرتی نہیں ہو رہی ہے، یہاں سے کچھ اور
آگے جائیں گے یعنی بڑی مسجد منگل ہاٹ سے تقریباً چار کلومیٹر پر تو ندی سے
بالکل مس ہو کر ایک پہاڑ ہے اس کے بالکل افق پر ایک مزار مقدس موجود ہے
صاحب مزار کا نام: حضرت سید احمد بخاری چشتی علیہ الرحمہ مشہور و معروف
ہے، مزار شریف صحیح دیکھ بھال نہ ہونے کے باوجود بھی بغیر گنبد کے ہی چمکتا نظر
آتا ہے اور پہاڑی پر چاروں طرف گھنے جنگلات ہے مگر پھر بھی عشاق جماعت
در جماعت زیارت کے لئے آتے رہتے ہیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ آج
اس مقام پر بھی مسلم آبادی نہیں ہے، عوام الناس میں یہ جگہ پیر پہاڑ کے نام سے
مشہور ہے اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی شان دیکھیں کہ قرب و جوار میں مسلم آبادی نہ
ہونے کے باوجود بھی آپ کی ولایت کا چرچا سینہ بسینہ اتنا مشہور ہے کہ مزار
شریف مرجع الخلائق بنا ہوا ہے، پہاڑ کے تین سمت دریا کا پانی مزار پاک کی
پہاڑی سے بالکل مس ہو کر آپنے آب و تاب کے ساتھ دوڑتا ہے مگر دریا کی کیا
مجال کے مزار شریف سے مس در و دیوار کا کبھی کچھ بگاڑ سکے۔ راقم الحروف کئی بار
مزار پاک پر حاضر ہوا ہے دعا و فاتحہ پڑھ کر بڑا سکون ملتا ہے، اس مزار شریف پر
حاضر ہو کر بہت خوشی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ یہاں نہ خادموں کی بھرمار

ہے نہ چادروں کی دکانوں کا ہجوم نہ کوئی زبردستی چادر ڈالنے کے بہانے نہ دعا و فاتحہ کے بہانے پیسہ مانگنے والا ہے نہ کوئی پریشان کرنے والا ہے بلکہ خود آرام و سکون سے جاؤ اور فاتحہ پڑھو اور سلام خوب جھوم کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں (الحمدللہ) دوسری سمت شہر راج محل میں بالکل لب دریا ایک خوب صورت عمارت موجود ہے جو کہ (سنگھ دلان) کے نام سے مشہور و معروف ہے، اسی عمارت کے کچھ فاصلے پر ایک تاریخی مسجد جو اکبری مسجد کے نام سے مشہور ہے وہ موجود ہے، شہر راج محل میں مارکیٹ، ریلوے اسٹیشن، بلاک، تھانہ، کورٹ، رجسٹری آفس، بھی موجود ہے۔ ہاں! شہر راج محل میں اب تک کوئی اچھا سا کالج یا ہاسپٹل موجود نہیں ہے، کاش! کوئی اس طرف پہل کرے۔ خیر! اگر بات کریں راج محل کی آبادی کی تو 2011ء کی مردم شماری کے مطابق راج محل بلاک کی کل آبادی 413,168 ہے۔ ان میں 928,86 مرد اور 485,81 عورتیں ہیں، راج محل کی 5.16 فیصد آبادی شہر میں رہتی ہے جب کہ 5.83 فیصد دیہی علاقوں میں رہتے ہیں، شہری علاقے کی اوسط شرح خواندگی 9.65 فیصد ہے جب کہ دیہی علاقوں میں 2.50 فیصد ہے۔ فی الحال راج محل اسمبلی حلقہ مندرجہ ذیل 6 مجلس قانون ساز خطوں پر مشتمل ہے۔ (1) راج محل (2) بوریو (3) برہیٹ (4) لیٹی پاڑا (5) پاکوڑ (6) مہیش پور۔

راج محل اسمبلی سے اب تک 15 لوگ ارکان پارلیمنٹ میں شامل ہو چکے ہیں جن کے نام اس طرح ہیں:

1957ء: پیکا مارو، کانگریس، 1962ء: ایسور مرنڈی، کانگریس، 1967ء: ایسور مرنڈی، کانگریس، 1971ء: ایسور مرنڈی، کانگریس، 1977ء: انتھونی مارمو، جنتا پارٹی، 1980ء: سیٹھ ہیمبرام، کانگریس، 1984ء: سیٹھ ہیمبرام،

کانگریس، 1984ء: سیمونمرنڈی، جھارکھنڈ مکتی مورچہ، 1991ء: سیمونمرنڈی، جھارکھنڈ مکتی مورچہ، 1996ء: تھومس ہنسدا، کانگریس، 1998ء: سوم مرانڈی، بی جے پی، 1999ء: تھومس ہنسدا، کانگریس، 2004ء: ہیملال مرمو، جھارکھنڈ مکتی مورچہ، 2009ء: دیوی دھن بیسرا، بی جے پی، 2014ء: وجے کمار ہنسدا، جھارکھنڈ مکتی مورچہ، (ماخوذ از: وکیپیڈیا)

بات کی جائے شہر راج محل کے آباد ہونے کی تو یہ "شہر راج محل" جس کا پہلے نام "اک محل" تھا۔ جس کا معنی ہے "اگلا شہر" اور یہ اس لیے کہا جاتا تھا کہ جب سلاطین صوبہ بنگال "صوبہ بہار" جاتے تو اسے پہلی اور اگلی منزل کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ یہاں پر بنگالی حکمران سلیمان خان کرانی کے سب سے چھوٹے شہزادے "داؤد خان کرانی" نے عمارتیں بنوائی تھی پھر بادشاہ جلال الدین اکبر کے دور حکومت میں "راجہ مان سنگھ" نے عظیم الشان قلعے اور دیگر پر جلال عمارات اور اپنی ضرورت کے لیے خوبصورت محل اور قصر امیرانہ تعمیر کر کے اسے مکمل نئے طریقے سے آباد کیا اور اکبر بادشاہ کے نام پر ہی اس کا نام "اکبر نگر" رکھا۔ جس کی کچھ تفصیل یہ ہے کہ بادشاہ جلال الدین اکبر کے نو (۹) رتنوں میں شامل "راجہ مان سنگھ" (جو کہ باشادہ اکبر کے شہزادے سلیم نور الدین جہانگیر کا سالہ تھا) اس نے موجودہ صوبہ اڑیسہ جو کہ صوبہ بنگال میں شامل تھا۔ اس پر "قتلو خان" کے مرنے کے بعد اکبری لشکروں کے ساتھ مل کر اکبر بادشاہ کے جھنڈے گاڑ دیے اور وہاں مکمل طور پر اکبری حکومت قائم ہو گئی۔ اس طرح سے اڑیسہ" راجہ مان سنگھ" کے ہاتھوں ۱۵۹۲ء میں مکمل طریقے سے فتح ہو گیا۔ پھر اکبری لشکروں کے ساتھ" راجہ مان سنگھ" نے مشرقی بنگال کا رخ کیا اور علاقہ در علاقہ پر اکبری حکومت کا جھنڈا گاڑتا گیا۔ پھر جب" راجہ جگن ناتھ جی" نے اپنی

حکومت بادشاہ جلال الدین اکبر کے سپرد کر دی تو انہوں نے مناسب خیال کیا کہ یہاں ایسا شہر آباد کیا جائے جہاں سے ہر طرف مدد پہنچ سکے اور دریائی حملہ سے محفوظ اور دشمنوں کی چھاتی پر ایک کاری ضرب ہو چناں چہ بہت ہی غور و فکر کے بعد لب دریا پر اس شہر کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور اس شہر کا نام" اکبر نگر" رکھا گیا۔ پھر یہاں ایک عظیم الشان قلعہ تعمیر کیا گیا جس کا نام: بادشاہ جلال الدین اکبر کے شہزادے سلیم کی مناسبت سے" سلیم نگر" رکھا گیا۔ اسی طرح قلعہ شیر پور تعمیر ہوا۔ اور مورچہ اکبر نگر وغیرہ، پھر دیکھتے ہی دیکھتے بلند عمارتوں کے سجے ہوئے گھروں کی وجہ سے یہ شہر طلسمات کی دنیا دکھنے لگا۔ یہی" اکبر نگر" بعد میں" راج محل" کے نام سے مشہور ہوا۔

(ماخوذ از: اکبر بادشاہ کے نو (۹) رتن۔ ص ۲۳۱ تا ۲۳۳، مصنف امیر علی خان، مطبع علم وعرفان پبلشرز لاہور، اشاعت ۲۰۰۶ء، و۔ میموری آف پنڈوہ اینڈ گوڑ کا پہلا سلیس اردو ترجمہ بنام" تذکرہ گور و پنڈوہ" ص ۶۰۔ مصنف خان صاحب عابد علی خان ترجمہ و تحقیق میزان الرحمٰن علائی۔ و: تاریخ ادبیات پاکستان و ہند۔ گیارہویں جلد۔ بنگال ادب اول۔ ص ۱۵۱۔ اور ص ۱۶۰، مدیر: گروپ کیپٹن سید فیاض محمود۔ طابع: پنجاب یونیورسٹی لاہور پاکستان، و، تاریخ جدید صوبہ اڑیسہ و بہار۔ ص ۱۹۵ تا ۱۹۶، مرتب ومؤلف: سید اولاد حیدر۔ فوق بلگرامی کواتھ مقامی، مطبع اکبری پٹنہ)

پھر شہزادہ محمد شجاع جب بنگال کا گورنر بنا تو اس نے" شہر راج محل" کے تعمیری کام میں کافی اضافہ فرمایا اور" شہر راج محل" کی آرائش و زیبائش میں چار چاند لگا دیا۔

(ماخوذ از: تاریخ جدید صوبہ اڑیسہ و بہار۔ ص ۲۱۲)

راج محل کب کب بنا صوبہ بنگال کی راجدھانی؟

بادشاہ وقت جلال الدین اکبر کے دور حکومت میں ۷ نومبر ۱۵۹۵ء کو" شہر راج محل" پہلی بار اس وقت کے غیر منقسم صوبہ بنگال کی راجدھانی بنا۔ اور دوسری بار" شہر راج محل" ۱۶۳۹ء میں غیر منقسم بنگال کی راجدھانی بنا۔ جس کی تاریخ

تفصیل کچھ یوں ہے کہ: بنگال میں جب ترک حکومت کا دور شروع ہوا۔ یہاں یہ بات بھی یاد رہے رکھنے والی ہے کہ: بنگال میں ترکوں نے تقریباً ڈیڑھ سو سال حکومت کی یعنی: ۱۲۰۱ء یا ۱۲۰۲ء سے لے کر ۱۳۵۰ء تک بنگال میں ترکوں کی حکومت رہی۔

(ماخوذ از: تاریخ ادبیات پاکستان و ہند۔ گیارہویں جلد۔ بنگال ادب اول۔ ص ۴۶۔ مدیر: گروپ کیپٹن سید فیاض محمود۔ طابع: پنجاب یونیورسٹی لاہور پاکستان)

بنگال میں ترک حکومت کا دور اس طرح شروع ہوا کہ: والئ دہلی" قطب الدین ایبک" کے فوجی افسر" محمد بن بختیار خلجی" نے تقریباً (۱۲۰۱ء یا) ۱۲۰۲ء میں بنگال کو فتح کیا۔ تو" محمد بن بختیار خلجی" نے" شہر لکھنوتی (گوڑ)" کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ **(ملک ہند کا یہ" شہر گوڑ" ملک بنگلہ دیش کے سرحد پر دریائے گنگا کے کنارے پر واقع تھا۔ اس" شہر گوڑ" کی موجودہ صورت حال یہ ہے کہ اب یہ ضلع مالدا، مغربی بنگال ہند کا حصہ ہے، جب کہ اس کا چھوٹا حصہ چپائی نواب گنج ضلع، ملک بنگلہ دیش میں واقع ہے۔** (ماخوذ از: وکیپیڈیا) یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ" محمد بن بختیار خلجی" سے لے کر" قبر خان" تک یعنی ۱۳۳۸ء تک ہی بنگال دہلی حکومت کے تابع اور زیر اثر رہا۔" اس کے بعد" ابوالمظفر شمس الدین حاجی الیاس" نے چودہ سال کے اندر ہی پورے بنگال کو اپنے کنٹرول میں کر لیا اور آزاد بنگال کا حاکم بن گیا تب اس نے بنگال کا دارالحکومت" لکھنوتی (گوڑ)" سے" شہر پنڈوہ۔ (جس کا قدیم نام:" فیروز آباد" تھا)۔ منتقل کر دیا۔ **(شہر پنڈوہ کی موجودہ صورت حال یہ ہے کہ اب یہ ضلع مالدا، مغربی بنگال، ہند کا حصہ ہے)** اس طرح" شہر پنڈوہ" لمبے عرصے تک بنگال کا دارالحکومت بنا رہا اور تقریباً ۱۴۴۲ء میں" محمود اول" نے دارالحکومت کو" شہر پنڈوہ سے" شہر گوڑ" منتقل کر دیا۔ پھر" ۱۵۶۵ء میں" سلیمان خاں کرارانی" نے بنگال کا دارالحکومت" شہر گوڑ" سے" شہر ٹانڈہ" میں منتقل کر دیا۔

(ماخوذ از: میموری آف پنڈوہ اینڈ گوڑ" کا پہلا سلیس اردو ترجمہ بنام" تذکرہ گورو پنڈوہ" ص ۲۳ تا ۲۶۔مصنف خان صاحب عابد علی خان ترجمہ و تحقیق میزان الرحمٰن علائی۔)

(یہ" شہر ٹانڈہ" جس کو بنگال کی راجدھانی ہونے کا شرف حاصل ہے اس کی موجودہ صورت حال تو معلوم نہیں لیکن تحریری قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ" راج محل" ندی کے دوسری جانب موجودہ بنگال میں" شہر گوڑ" سے تقریباً پندرہ میل جنوب کی طرف دریائے گنگا کے مشرقی کنارے پر یہ" شہر ٹانڈہ" آباد تھا۔جس کو" بنگالی حکمران سلیمان کرانی" نے ۱۵۶۴ء میں بسایا تھا۔پھر یہ شہر ۱۸۲۶ء کے سیلاب میں مکمّل طریقے سے تباہ ہوگیا۔(دیکھیں کتاب: میموری آف گور اینڈ پنڈوہ" کا پہلا سلیس اردو ترجمہ" تذکرہ گورو پنڈوہ" کا صفحہ نمبر ۲۶ اور کتاب: تاریخ ادبیات پاکستان و ہند۔گیارہویں جلد۔بنگال ادب اول۔کا صفحہ نمبر ۱۶۰۔) خیر! آگے چل کر جب بنگال میں مغلیہ حکومت کا قیام ہوا۔یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ بنگال میں مغلیہ حکومت کا قیام تقریباً ۱۸۰ سال تک رہا۔چناں چہ مغلیہ دور حکومت میں ۱۵۷۵ء کو بنگال فتح ہوا تو" خان خاناں مومن خان" جو خطہ بنگال میں بادشاہ اکبر کا پہلا نائب السلطنت تھا اس نے دارالحکومت کو" شہر ٹانڈہ" سے دوبارہ" شہر گوڑ" کی طرف منتقل کردیا۔لیکن اس سال ہوئی زبردست بارش نے" شہر گوڑ" میں طاعون کی ایسی وبا پھیلائی جس سے لاتعداد لوگوں کی موت واقع ہوگئی۔خود نائب سلطنت" خان خاناں مومن خان" پر بھی جب اس وبا کے منحوس اثرات مرتب ہونے لگے تو اس وقت فوری طور پر حکومت کے کاروبار کو" شہر ٹانڈہ" منتقل کردیا گیا اور اس وبا کی وجہ سے" شہر گوڑ" برباد و ویران ہوگیا۔تحریری شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر گوڑ میں تقریباً اس وقت دس لاکھ بیس ہزار کی آبادی تھی لیکن جب وبا پھیلی تو چند اہل علم اور اولیاے کرام کو چھوڑ کر ساری آبادی وبا کی نذر ہوگئی حالت یہ تھی کہ مرنے

والوں کو کفنانے دفنانے کا کام تک ناممکن ہوگیا تھا۔وہ چند حضرات اہل علم و اولیاے کرام جو شہر گوڑ میں پھیلی وبا سے محفوظ رہے وہ دیگر شہروں کی طرف ہجرت کر گئے ان کی اولادیں" چٹاگاؤں" میں آج بھی" گوڑیہ" کے نام سے مشہور ہے۔

(ماخوذ از: مسلم بنگالہ ساتھیہ کا اردو ترجمہ مسلم بنگالی ادب۔حصہ چہارم۔بعنوان بنگلہ ادب عہد مغلیہ میں۔باب اول بعنوان۔سیاسی پس منظر۔ص ۱۳۵ تا ۱۲۶،مصنف،ڈاکٹر انعام الحق ایم اے پی ایچ ڈی۔ادارہ مطبوعات پاکستان کراچی،و۔میموری آف پنڈوہ اینڈ گوڑ" کا پہلا سلیس اردو ترجمہ بنام" تذکرہ گورو پنڈوہ" ص ۲۶،و۔بنگالی مسلمانوں کی صد سالہ جہد آزادی (۱۷۵۶ء تا ۱۸۵۷،ص ۱۱۵،مصنف،عبداللہ ملک،ناشر۔مجلس ترقی ادب لاہور)

اگرچہ" گوڑ شہر" میں وبا پھیلنے کی وجہ سے اس کی ثقافتی حیثیت ختم ہوگئی تھی لیکن پھر" گوڑ شہر" کی تباہی کے بیس سال بعد ۱۵۷۵ء سے ۱۵۹۵ء تک مغل حکومت میں شہر گوڑ بنگال کا دارالحکومت بنا رہا۔لیکن ملک میں بدامنی پھیلنے کے سبب دوبارہ شہر گوڑ بنگال کا ثقافتی مرکز نہ بن سکا۔اس درمیان افغانوں کی زوال پذیر طاقت مغل عروج سے برسرپیکار رہی۔کبھی افغان فتح یاب ہوتے تو کبھی مغلوں کو کامیابی ملتی۔غرض کہ حکومت اگرچہ مغلوں کی تھی مگر بنگال میں امن عامہ باقی نہ تھا۔اسی سبب بادشاہ جلال الدین اکبر کے نو (۹) رتنوں میں شامل راجہ مان سنگھ نے ۷ نومبر ۱۵۹۵ء کو صوبہ بنگال کی دارالحکومت" شہر گوڑ" سے" شہر راج محل" میں منتقل کردی۔**(اس طرح" شہر راج محل" غیر منقسم بنگال کی پہلی بار راجدھانی بن گیا)۔**

(مسلم بنگالہ ساتھیہ کا اردو ترجمہ" مسلم بنگالی ادب کا حصہ چہارم۔بعنوان بنگلہ ادب عہد مغلیہ کا۔باب اول بعنوان۔سیاسی پس منظر۔کا صفحہ نمبر ۱۳۶)

یہاں یہ بات بھی نوٹ کرنے والی ہے کہ: راجہ مان سنگھ نے" شہر گوڑ" سے بنگال کا دارالحکومت" شہر راج محل" منتقل کیا یا پھر" شہر ٹانڈہ" سے منتقل کیا؟ اس بارے میں مؤرخین کی تحریروں میں تھوڑا سا اختلاف نظر آتا ہے۔کتاب" مسلم بنگالہ ساتھیہ کا جو اردو ترجمہ ہے" مسلم بنگالی ادب" اس کے مطابق" راجہ مان سنگھ نے" شہر راج محل" کو بنگال کی راجدھانی" شہر گوڑ" سے منتقل کرکے بنایا

تھا۔(دیکھیں کتاب: مسلم بنگالہ ساتھیہ کا اردو ترجمہ "مسلم بنگالی ادب کا حصہ چہارم۔بعنوان بنگلہ ادب عہد مغلیہ کا۔باب اول بعنوان۔سیاسی پس منظر۔کا صفحہ نمبر ۱۳۶ جس کے مصنف، ڈاکٹر انعام الحق ایم اے پی ایچ ڈی ہے)اور کتاب: میموری آف پنڈوہ اینڈ گوڑ" جس کا پہلا سلیس اردو ترجمہ بنام" تذکرہ گور و پنڈوہ" ہے اس کے مطابق" راجہ مان سنگھ" نے بنگال کی راجدھانی" شہر راج محل" کو" شہر ٹانڈہ" سے منتقل کرکے بنایا تھا۔(دیکھیں کتاب: : میموری آف پنڈوہ اینڈ گوڑ" کا پہلا سلیس اردو ترجمہ بنام" تذکرہ گور و پنڈوہ" کا باب اول۔بعنوان: گور اور پنڈوہ کی تاریخی حیثیت پر ایک نظر۔صفحہ نمبر ۲۶ اور کتاب: بنگال کی ابتدائی تاریخ مالگزاری و روداد پنجم ۱۸۱۲ء جو کہ ایف، ڈی، ایسکو لی، کی انگریزی کتاب کا اردو ترجمہ ہے جس کے مترجم ہیں محمد عبد الستار صاحب، رکن سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ سرکار عالی (حیدرآباد) جس کی اشاعت دارالطبع جامعہ سرکار عالی حیدرآباد دکن سے ہوئی ہے اس کے ص ٦ پہلا باب، سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے راجہ مان سنگھ" شہر راج محل" کو بنگال کی راجدھانی" شہر ٹانڈا" سے منتقل کرکے بنائی تھی) بہر صورت! مغل حکومت کے پہلے پچیس برس تک بنگال میں بے امنی اور بغاوتوں کا بازار گرم رہا یعنی: بنگال کے صوبہ دار" راجہ مان سنگھ" تک بغاوتوں یہ سلسلہ عام رہا لیکن ہاں! راجہ مان سنگھ نے اپنے تدبر اور حکمت عملی سے بنگال کی سرزمین کو باغی اور شرکش عناصر سے بہت حد تک پاک وصاف کردیا تھا۔اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس خوش نظمی سے" راجہ مان سنگھ" نے بنگال میں حکومت کی ویسی کسی دوسرے نے نہیں کی۔

(ماخوذ از: بنگال کا اردو ادب ص ۲٤، مصنف پروفیسر جاوید نہال، ناشر اردو رائٹرس گلڈ کلکتہ، تاریخ جدید صوبہ اڑیسہ و بہار۔ص ۱۹۷)

پھر جب بادشاہ جلال الدین اکبر کے جانشین بادشاہ جہانگیر (یاد رہے!

بادشاہ جلال الدین اکبر کے تین لڑکے تھے۔(۱) سلیم، (۲) مراد (۳) دانیال۔مراد اور دانیال باپ کی زندگی ہی میں مر چکے تھے۔پھر جب بادشاہ جلال الدین اکبر کی 1605ء میں وفات ہوئی تو اس کے بعد شہزادہ سلیم نور الدین جہانگیر کے لقب سے تخت نشین ہوا۔(ماخوذ از وکیپیڈیا)

شہزادہ سلیم نور الدین جہانگیر کے دور حکومت میں ۱٦۰۵ء سے ۱٦۲۷ء تک "اسلام خان" بنگال کا صوبہ دار رہا۔اس کے بہترین انتظام کے سبب صوبہ بنگال کی بے امنی بہتر ہونی شروع ہوئی۔پھر جب ''اسلام خان'' نے افغان سرداروں، ہرمد (پرتگالی)، اراکانی ماگھوں اور بحری قزاقوں کی سرکوبی شروع کی تو معرکہ آرائیوں کی غرض سے اسلام خان نے ۱٦۱۲ء میں اپنا صدر مقام" راج محل" سے دھاکہ منتقل کردیا۔اور چند ہی مہینوں میں افغان سردار زیر ہو گئے اور قزاق اور ماگھے کو مکمل کنٹرول کرلیا گیا اس طرح صوبہ بنگال سلطنت مغلیہ کا پرامن صوبہ بن گیا۔

(ماخوذ از: مسلم بنگالہ ساتھیہ کا اردو ترجمہ "مسلم بنگالی ادب کا حصہ چہارم۔بعنوان بنگلہ ادب عہد مغلیہ کا۔باب اول بعنوان۔سیاسی پس منظر۔کا صفحہ نمبر ۱۳٦، تا ۱۳۹)

معلوم ہوا کہ:" شہر راج محل" غیر منقسم بنگال کی پہلی بار راجدھانی بنا ۱۵۹۵ء کو پھر ۱٦۱۲ء کو بنگال کی راجدھانی" شہر راج محل" سے دھاکہ منتقل کردیا گیا اس حساب سے **پہلی بار" شہر راج محل" کو پورے صوبہ بنگال کی تقریباً ۱۷ سال تک راجدھانی ہونے کا شرف حاصل رہا۔**) پھر جب" اسلام خان" ۱٦۱۳ء کے بعد انتقال کر گیا تو اس کے بعد" اسلام خان کا بھائی قاسم خان" بنگال کا گورنر بنا۔لیکن" قاسم خان" کی گورنری میں بنگال کے جنوب مشرقی علاقے میں خوب لوٹ مار مچی رہی جس کے سبب" قاسم خان" کو گورنری سے معزول کرکے اس کی جگہ" نور جہاں" جو شہنشاہ شہزادہ سلیم جہانگیر کی ملکہ تھی اس کے بھائی" ابراہیم خان" کو بنگال کا گورنر بنایا گیا۔" ابراہیم خان" کے دور ہی میں

بنگال کی تجارت کو خوب ترقی ملی تھی۔ پھر جب" ابراہیم خان" شہر راج محل" میں شہنشاہ شہزادہ سلیم جہانگیر کے بیٹے شاہجہاں جو کہ اپنے والد شہنشاہ شہزادہ سلیم جہانگیر کے خلاف بغاوت کی تھی اس کے خلاف لڑتے ہوے مارا گیا، پھر جب ۱۶۳۹ء میں" شہزادہ محمد شجاع بن شاہ جہاں" بنگال کا گورنر بنا تو اس نے بنگال کی راجدھانی دھاکہ سے دوبارہ" شہر راج محل" منتقل کر دی۔ پھر جب" شہزادہ محمد شجاع" نے اپنے بھائی حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ سے الہ آباد میں شکست کھائی پھر بھاگ کر بنگال آیا اور" اکبرنگر" (یعنی" شہر راج محل") میں رہنے لگا مگر حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے مشہور جرنیل "معظم خان المعروف میر جملہ" نے شہزادہ محمد شجاع کو یہاں بھی چین سے رہنے نہ دیا یہاں تک کہ " شہزادہ محمد شجاع" اور" میر جملہ" کے درمیان اکبرنگر (شہر راج محل) میں دو بڑی جنگ ہوئی پہلی جنگ میں تو" شہزادہ محمد شجاع" کو کامیابی ملی لیکن پھر کچھ مہینوں کے بعد جب دوسری جنگ شروع ہوئی تو اس بار" میر جملہ" کی مدد کے لیے" داؤد خان" بھی ایک بڑی فوج لے کر پہنچ گیا اور اس طرح" شہزادہ محمد شجاع" کمزور پڑ گیا جس کی وجہ سے شہزادہ محمد شجاع کو شکست سے دوچار ہونا پڑا اور آخر کار" میر جملہ" نے شہزادہ محمد شجاع کو بنگال ہی سے نکال دیا پھر" شہزادہ محمد شجاع" دھاکہ کی طرف چلا گیا اور پھر" اراکان کے راجہ ساندہ تھدھما" کے پاس جا کر پناہ لی مگر ظالم" اراکان راجہ ساندہ تھدھما" نے اسے قیدی بنا لیا پھر اسے دریا میں پھینک دیا۔ اس طرح" شہزادہ محمد شجاع" کے بعد ۱۶۵۹ء میں بنگال کا گورنر" میر جملہ" بن گیا۔ پھر" میر جملہ" نے دارالخلافہ کو" شہر راج محل" سے" دھاکہ منتقل کر دیا۔

(۔ماخوذ از: میموری آف گوڑ اینڈ گوڑ" کا پہلا سلیس اردو ترجمہ بنام" تذکرہ گور و پنڈوہ" ص۔ ۶۰ تا ۶۱۔ مصنف خان صاحب عابد علی خان ترجمہ و تحقیق میزان الرحمٰن علائی، و: تاریخ مگدھ۔" یعنی صوبہ بہار کی مکمّل تاریخ" ص ۲۶۳ تا ۲۶۴۔ مرتب۔ مولوی فصیح الدین بلخی صاحب عظیم آبادی، شائع کردہ انجمن ترقی اردو" ہند" دہلی،)

معلوم ہوا کہ:" دوسری بار" شہر راج محل" کو ۱۶۳۹ء سے ۱۶۵۹ء تک یعنی ۱۹ سال تک غیر منقسم صوبہ بنگال کی راجدھانی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ: پہلی بار" شہر راج محل" کو تقریباً ۱۸ سال اور دوسری بار ۱۹ سال صوبہ بنگال کی راجدھانی ہونے کا شرف ملا یعنی دونوں ملا کر" شہر راج محل" کو تقریباً ۳۷ سال صوبہ بنگال کی راجدھانی ہونے کا شرف حاصل رہا ہے۔

پھر جب حضرت اورنگ زیب عالم گیر علیہ الرحمہ کا پوتا" (اور مغل شہنشاہ بہادر شاہ اول کے دوسرے فرزند۔) شہزادہ عظیم الشان" دھاکہ کا صوبہ دار بنا اور یہ ۱۶۹۷ء سے ۱۷۱۲ء تک صوبہ دار بنا رہا۔ اس وقت" جعفر خاں المعروف" مرشد قلی خان" کا بحیثیت دیوان بنگال میں تقرر ہوا اور یہ ۱۷۰۳ء سے ۱۷۱۷ء تک بنگال کے نائب صوبہ دار رہا۔ اس درمیان" مرشد قلی خان اور شہزادہ عظیم الشان" کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ پھر شہزادہ عظیم الشان نے صوبہ داری چھوڑ دی اس کے بعد" مرشد قلی خان" ۱۷۱۷ء میں قانونی اعتبار سے صوبہ دار بن گیا اور یہ ۱۷۲۷ء تک صوبہ دار رہا اس کی صوبہ داری میں بنگال کی دارالحکومت دھاکہ سے مرشد آباد منتقل کر دی گئی۔ اس وقت بنگال، بہار، اڑیسہ " مرشد قلی خان" کے صوبہ داری کے تحت ہی تھے۔

(ماخوذ از: مسلم بنگالہ ساتھیہ کا اردو ترجمہ" مسلم بنگالی ادب کا حصہ چہارم۔ بعنوان بنگلہ ادب عہد مغلیہ کا۔ باب اول بعنوان۔ سیاسی پس منظر۔ کا صفحہ نمبر ۱۴۰ تا ۱۴۱)

اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے" حکیم حبیب الرحمن اخون زادہ" اپنی کتاب" اسودگان دھاکہ" میں لکھتے ہیں: شہزادہ عظیم الشان اور مرشد قلی خان کی چپقلش سے دھاکہ برباد ہونا شروع ہوا۔ اور شہزادہ عظیم الشان نے دھاکہ سے چل کر" پٹنے" کو "عظیم آباد" بنا دیا۔ ادھر مرشد قلی خان نے "مخصوص آباد" کو" مرشد آباد" قرار دیا۔

(ماخوذ از: اسودگان دھاکہ ص ۱۰۔ مصنف حکیم حبیب الرحمن اخون زادہ۔ شائع کردہ امدادیہ لائبریری چوک بازار دھاکہ)

۔(یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کراتا چلوں کہ" مرشد آباد" جس کا پہلا نام"مخصوص آباد" تھا اس کی وجہ یہ تھی پہلے یہاں دریا کے کنار پر مشہور سودا گر"مخصوص خاں" نے ایک سرائے بنا کر اس کا نام"مخصوص آباد" رکھا تھا پھر یہاں" مرشد قلی خان" نے شہر آباد کر کے اس کا نام" مرشد آباد" رکھا۔

(ماخوذ از: بنگال کا اردو ادب ص ۱۰۶، مصنف پروفیسر جاوید نہال، ناشر اردو رائٹرس گلڈ کلکتہ)

ساتھ ہی یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہاں پٹنے سے مراد صوبہ بہار کی راجدھانی پٹنہ ہے جس کا پہلا نام" پاٹلیپتر ا" تھا بعد میں" پٹنہ" نام ہوا پھر "عظیم آباد" نام ہوا اور اب پھر سے" پٹنہ" نام ہو گیا)

پھر بنگال میں آہستہ آہستہ مغلیہ حکومت دم توڑنے لگی اور صوبہ دار صرف بادشاہ وقت کو سالانہ رقم ادا کرنے لگے اور صوبہ دار اپنی اپنی مرضی سے اپنے اپنے صوبہ میں حکومت کرنے لگے پھر کچھ دنوں کے بعد صوبہ داروں نے صوبہ داری کا خطاب بھی ترک دیا اور اپنے کو نواب کہلوانے لگے۔اس طرح" مرشد قلی خان" بنگال کا نواب ہو گیا۔اس طرح بنگال میں نوابوں کا سلسلہ شروع ہوا۔مرشد قلی خان کے بعد" شجاع الدین" بنگال کا نواب ہوا۔پھر شجاع الدین کے بیٹے" سرفراز خان" نواب ہوئے پھر جب" علی وردی خان نائب صوبہ دار بہار" نے سرفراز خان نواب بنگال کو میدان جنگ میں تہ تیغ کر دیا تو پھر" علی وردی خان" خود بنگال کا نواب بن گیا۔پھر جب" علی وردی خان نواب بنگال" کا ۱۷۵۶ء میں ۸۰ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا تو اس کا نواسہ" سراج الدولہ" تخت پر بیٹھا اور نواب بنگال بن گیا اور یہ ۱۷۵۶ء سے ۱۷۵۷ء تک بنگال کا حکمران رہا۔پھر جب" نواب سراج الدولہ" کو" پلاسی" کے میدان میں انگریزوں نے شکست دی اور بعد میں گرفتار کر کے قتل کر دیا تب سے بنگال میں انگریزوں کی حکومت کا دور شروع ہوا اور یہاں سے حکومت مغلیہ کا مکمّل طریقے سے خاتمہ

ہوا۔پھر ۱۷۵۷ء ہی میں کلکتہ بنگال کی راجدھانی بنا اور پھر ۱۹۱۲ء میں کلکتہ کو پورے ہندوستان کا دارالحکومت بنا دیا گیا۔

(ماخوذ از: مسلم بنگالہ ساتھیہ کا اردو ترجمہ مسلم بنگالی ادب۔حصہ چہارم۔بعنوان بنگلہ ادب عہد مغلیہ میں۔باب اول بعنوان۔سیاسی پس منظر۔ص ۱۴۳ تا ۱۴۴۔و، میموری آف پنڈوہ اینڈ گوڑ: کا پہلا سلیس اردو ترجمہ بنام "تذکرہ گور و پنڈوہ" ص ۲۷۔)

شہر راج محل کا سفر بہار سے جھارکھنڈ تک

ماقبل میں بھی لکھا جاچکا ہے کہ شہر راج محل جو پہلے بہار پھر بنگال پھر بہار اور اب جھارکھنڈ میں شامل ہے اس کی تاریخی تفصیل کچھ یوں ہے کہ: قطب الدین ایبک کے سپہ سالار اختیار الدین محمد بختیار خلجی نے پہلے جنوبی بہار کو فتح کیا اور ۱۲۰۴ء تک بہار کا ایک بڑا علاقہ دہلی کے سلطانوں کے ماتحت ہو گیا پھر سلطان غیاث الدین تغلق کے دور میں شمالی بہار فتح ہوا اس طرح سے صوبہ بہار دہلی سلطانوں کے ماتحت ہو گیا اُس وقت تک بہار میں تین علاقے مشہور تھے جس کے تحت پورا بہار آتا تھا(۱) پٹنہ ڈویزن (۲) بھاگل پور ڈویزن(۳) چھوٹا ناگپور(چھوٹا ناگپور اب صوبہ جھارکھنڈ میں شامل ہے) پھر ۱۳۲۴ء میں پورا صوبہ بہار مغلوں اور افغانوں کے آپسی رنجشوں کی آماجگاہ بن گیا۔لیکن غلبہ افغانوں کو حاصل رہا اس وقت بہار کا دارالحکومت شہر بہار شریف رہا(جہاں آج حضور شرف الدین یحییٰ منیری المعروف مخدوم بہاری فردوسی علیہ الرحمہ کا مزار شریف موجود ہے) پھر شیر شاہ سوری افغان نے ۱۵۴۱ء میں شہر پٹنہ کو بہار کا دارالحکومت بنایا۔پھر ۱۵۷۴ء میں اکبر اعظم نے افغانوں سے بہار کو چھینا اور مغل حکومت چھوٹا ناگپور(موجودہ جھارکھنڈ) تک وسیع ہوتی چلی گئی پھر سلطان ہند اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور حکومت میں اپنے پوتے عظیم الشان کو بہار کا صوبہ دار مقرر کیا اس کے بعد پٹنہ کا نام عظیم آباد رکھا گیا اب تک صوبہ بہار بنگال

میں شامل نہ تھا پھر ۱۷۳۳ء میں بہار کو بنگال میں شامل کر دیا گیا۔

(ماخوذ از: بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقا" ۱۸۵۷ء تک" باب: اول۔ بعنوان۔ بہار میں اردو زبان کی "تمہید" کے تحت، ص ۸۳ تا ۸۷۔ مؤلف سید اختر احمد اختر اورنیوی، ایم، اے۔ صدر شعبہ اردو پٹنہ یونیورسٹی پٹنہ۔ مطبوعہ لیبل لیتھو پریس۔ رمنہ روڈ پٹنہ ٤)

پھر مغلیہ دور حکومت ہی میں بنگال اور بہار کے ساتھ اڑیسہ پھر آسام کو بھی شامل کر دیا گیا۔ پھر ان سب صوبوں کو بنگال و بہار کے نام سے پکارا جانے لگا اور یہ سلسلہ انگریزوں کے دور ۱۹۰۵ء تک چلتا رہا۔ پھر انگریزوں نے ۱۹۰۵ء میں دو صوبے اس طرح بنائے (1) صوبہ مغربی بنگال اور بہار (2) مشرقی بنگال اور آسام۔ پھر جب اس تقسیم کی شدید مخالفت ہونے لگی تو پھر اس کو ۱۹۱۱ء میں چار صوبوں میں اس طرح تقسیم کیا گیا۔ (1) بنگال (2) بہار (3) اڑیسہ (4) آسام۔

(ماخوذ از: تاریخ ادبیات پاکستان و ہند۔ گیارہویں جلد۔ بنگال ادب اول۔ ص ۸ تا ۹۔ مدیر: گروپ کیپٹن سید فیاض محمود۔ طابع: پنجاب یونیورسٹی لاہور پاکستان)

نتیجہ نکلا کہ: "شہر راج محل" پہلے بہار کا حصہ تھا پھر بہار جب بنگال میں شامل ہو گیا تو" شہر راج محل" صوبہ بنگال و بہار کا حصہ رہا پھر صوبہ مغربی بنگال و بہار کا حصہ رہا پھر" ۱۹۱۱ء میں" بہار" کا حصہ رہا۔ پھر جب 15 نومبر 2000ء کو صوبہ بہار کا (وہ علاقہ جو بہار کے بنگال میں شمولیت سے پہلے صوبہ بہار کا چھوٹا ناگپور اور سنتھال پرگنہ کہلاتا تھا اس حصہ) کو الگ کر کے صوبہ جھارکھنڈ تشکیل دیا گیا۔ اس طرح" شہر راج محل" جھارکھنڈ میں شامل ہوا۔

شہر راج محل میں خوفناک لڑائی

(۱۵۷۵ء یا ۱۵۷٦ء) میں" شہر راج محل" پر" داؤد خان" اور" خان جہاں" کی افواج کے درمیان نہایت ہی خوفناک، لڑائی ہوئی جس میں دونوں طرف کے بہت سے فوجی مارے گئے اس لڑائی کا پس منظر یہ تھا کہ" شاہ سلیمان

کرانی" جو کہ بنگال کا حکمران تھا اور ان کی حکمرانی میں جنوبی بہار اور اڑیسہ بھی شامل تھا انہوں نے بادشاہ جلال الدین اکبر کے دربار میں کچھ تحائف بھیج دیے اور بادشاہ اکبر کے ساتھ گہری دوستی قائم کر لی جس کے سبب" شاہ سلیمان کرانی" نے پرسکون حکومت کا لطف اٹھایا۔ ان کی وفات کے بعد اس کا بیٹا" بایزید کرانی" تخت حکومت پر بیٹھا۔ مگر اُسی سال پٹھان سرداروں نے اسے قتل کر کے اس کے بھائی" داؤد خان کرانی" کو تخت پر بیٹھایا اس نے اپنے دور حکومت میں شہنشاہ دہلی جلال الدین اکبر کو خراج پیش کرنے سے انکار کر دیا، جس کے سبب بادشاہ جلال الدین اکبر برہم ہو گیا اور" خان خاں مومن خاں" کو ایک بھاری فوج کے ساتھ بنگال بھیجا تا کہ" داؤد خان کرانی" کو شکست دے کر بنگال کی حکومت پر قبضہ کیا جاے۔ چناں چہ" خان خان مومن خان" فوج لے کر پہنچا اور" داؤد خان کرانی" کے فوج کے ساتھ ایک زبردست جنگ ہوئی جس میں" داؤد خان" کو شکست ہوئی مگر" داؤد خان کرانی" بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ ادھر" خان خان مومن خان" کو" شہر ٹانڈہ" پسند نہ آیا اس لیے اس نے اپنے فوجیوں اور ٹانڈا کے باشندوں کو" شہر گوڑ" کی طرف منتقل ہونے کا حکم دیا۔ لیکن اسی سال" شہر گوڑ" میں وبا پھیلنے کی وجہ سے تباہی مچ گئی۔ موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے" داؤد خان کرانی" نے" شہر ٹانڈہ" کی طرف فوری طور پر پیش قدمی کی" شہر ٹانڈہ" پر قبضہ کر لیا۔ ساتھ ہی گنگا کنارے آباد" تیلیا گھڑی قلعہ" پر بھی قبضہ جما لیا۔

(ماخوذ از: میموری آف پنڈوہ اینڈ گوڑ" کا اردو ترجمہ بنام" تذکرہ گور و پنڈوہ" ص ۵۹)

پھر" داؤد خان کرانی" سے نپٹنے کے لیے بادشاہ جلال الدین اکبر نے اپنے اتالیق (معلم) اور سرپرست" بیرم خان" کے بھانجے" حسین قلعی خان" کو، جسے" خان جہاں" کا خطاب دیا گیا تھا بنگال کا صوبہ دار بنا کر بھیجا اور اپنے نورتنوں میں سے ایک" راجہ ٹوڈرمل" کو بحیثیت جرنیل بھیجا تا کہ وہ" افغانون" سے صوبہ

واپس کرنے میں" خان جہاں" کی مدد کرے چناں چہ جب" خان جہاں" چلتے چلتے " بھاگل پور" (بہار کے مشہور شہر) کے قریب پہنچا تو وہاں" خان جہاں" کی ملاقات ان افسروں اور سپاہیوں سے ہوئی جو کہ" بنگال" سے بھاگ کر مغرب کی طرف آ رہے تھے۔تو" خان جہاں" نے انہیں آمادہ کیا کہ واپس بنگال لوٹ جائیں۔پھر" خان جہاں" انہیں ساتھ لے کر آگے بڑھنے لگا جب" تیلیا گھڑی قلعہ" کے مقام پر پہنچا تو ایک چھوٹے سے افغان فوجی دستے سے مڈبھیڑ ہوئی۔لیکن بڑی آسانی کے ساتھ مغل فوج نے افغان فوجی دستے کو شکست دے دی پھر" خان جہاں" ٹانڈہ" کی طرف بڑھا۔اُدھر مغل افواج کے بنگال میں داخلے کو روکنے کے لیے" بنگالی حکمران ''سلیمان خان کرانی'' کے سب سے چھوٹے بیٹے" داؤد خان کرانی" نے" راج محل درہ (گھاٹی)" پر ایک مضبوط مورچہ بنا لیا تھا۔یہ" راج محل درہ" کا نقشہ یہ تھا کہ دریائے گنگا کے جنوبی کنارے کے ساتھ ساتھ واقع تھا اور اس کے جنوب میں اونچے اونچے پہاڑ اور گھنے جنگلات تھے جو تقریباً اسّی میل تک پھیلے ہوے تھے یعنی" بیر بھوم بنگال" کے شمالی حد تک پہنچ جاتے تھے۔شمال میں دریائے گنگا کے وسیع پاٹ اور جنوب میں اونچی اور دشوار گزار گھاٹیوں کے درمیان ایک قدرے تنگ راستہ تھا جو بنگال کی طرف جاتا تھا۔اس راستہ کو" باب بنگال" بھی کہا جاتا تھا۔اس کے مشرقی طرف سے" راج محل درہ" میں ایک چھوٹی سی فوج بھی اپنے دشمن کی ایک بڑی فوج کو روک سکتی تھی اس وجہ سے" داؤد خان" نے مغل افواج کو اسی تنگ گھاٹی میں روکنے کا قصد کیا چناں چہ" خان جہاں" پوری کوششوں کے باوجود بھی" راج محل" کی اس تنگ گھاٹی پر" داؤد خان" کی فوج کو شکست نہ دے سکا نہ اس گھاٹی کو پار کر سکا۔" اور مڈبھیڑ کا سلسلہ سات ماہ تک جاری رہا۔یعنی داؤد خان" کی فوج نے مغل افواج کو دسمبر ۱۵۷٦ء سے جون ۱۵۷٦ء تک یہاں روکے رکھا۔پھر" داؤد خان" کے ایک راز دار

وزیر" سری ہری" نے غداری کی اور" خان جہاں" کو" داؤد خان" کی پوری فوجی حکمت عملی سے آگاہ کر دیا۔اس کے علاوہ" سری ہری" اپنی پوری دولت اور خزانہ سمیت مغل صوبیدار کے ساتھ اس شرط پر مل گیا کہ فتح کے بعد اسے جیسور کا علاقہ بطور جاگیر دے دیا جائے۔(جیسور غالباً اب بنگلہ دیش میں موجود ہے)" سری ہری" کی بے وفائی اور غداری کی وجہ سے" داؤد خان" کو اپنی محفوظ جگہ چھوڑنی پڑی۔پھر" داؤد خان" مجبور ہو گیا کہ وہ مغل افواج سے" شہر راج محل" میں نبرد آزما ہو۔چناں چہ ۱۲ جولائی ۱۵۷٦ء کو" شہر راج محل" کی یہ خوف ناک لڑائی واقع ہوئی۔ایک روایت کے مطابق عین میدان جنگ میں" داؤد خان" کا ایک جرنیل" قتلو خان لوہانی" نے " خان جہاں" سے اس شرط پر ساز باز کر لی کہ" داؤد خان" کی شکست کے بعد" اڑیسہ" کے کچھ علاقے بطور جاگیر اسے دی جائے گی۔چناں چہ" قتلو خان لوہانی" کی عین میدان جنگ میں بے وفائی اور غداری نے" داؤد خان" کی شکست کو یقینی بنا دیا۔دونوں طرف کی افواج میں خوب لڑائی ہوئی بالآخر" داؤد خان" کی افغان افواج کو شکست ہوئی اور" داؤد خان" اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگنے لگا مگر ایک دلدل میں اس کا گھوڑا پھنس گیا پھر" خان جہاں" کی فوج نے" داؤد خان" کو پکڑ لیا اور" خان جہاں" کے پاس لے آئے۔" خان جہاں" بڑا فراخ دل حاکم تھا اس نے چاہا کہ اس خوش رو نوجوان شہزادے" داؤد خان" کی جان بخشی کر دی جائے۔مگر" خان جہاں" کے دوسرے افسروں اور جرنیلوں نے اس بات کی مخالفت کی جس سبب " داؤد خان" مارا گیا۔اب" افغانوں" سے بہار بھی چھوٹ گیا۔صرف" افغان سردار قتلو خان لوہانی" کو اڑیسہ کی حکومت مل گئی تھی۔

(ماخوذاز: تاریخ ادبیات پاکستان و ہند۔گیارہویں جلد۔بنگال ادب اول۔ص ۱۴۹ تا ۱۵۱۔مدیر: گروپ کیپٹن سید فیاض محمود۔طابع: پنجاب یونیورسٹی لاہور پاکستان، وماخوذاز: تاریخ مگدھ۔" یعنی صوبہ بہار کی مکمّل تاریخ" ص ۲۰٦ تا ۲۱۱۔مرتب۔مولوی فصیح الدین بلخی صاحب عظیم آبادی)

شہر راج محل میں صوفیاے کرام کی آمد

شہر راج محل میں جس طرح آج تبلیغ وارشاد کے سلسلے میں مشائخین عظام کی آمد ہوتی ہے ماضی کے ادوار میں بھی بڑے بڑے صوفیاے کرام شہر راج محل تشریف لاکر اسلام کی خوشبو سے یہاں کے لوگوں کے دلوں کو معطر ومنور کیے ہیں، ان محسنین میں سے بہت سوں کی تاریخ کا ہمیں علم نہیں لیکن دو عظیم اللہ کے ولی کامل صوفی وقت جن کا شہر راج محل سے بڑا گہرا تعلق ورشتہ ہے جنہیں آج کل شہر راج محل کے بہت کم ہی لوگ جانتے ہیں آئیں ان دونوں اللہ کے ولی کی مختصر تاریخ ملاحظہ کریں:

(۱) حضرت شاہ نعمت اللہ قادری اور شہر راج محل

جس زمانے میں شہر راج محل بنگال میں شامل تھا اس دور میں شہر راج محل اور پورے خطہ بنگال میں تبلیغ وارشاد کے ذریعہ جن بزرگوں نے غیر معمولی خدمت دین متین انجام دے کر دین اسلام کی آبیاری فرمائی ہیں ان میں ایک بڑا نام: حضرت شاہ نعمت اللہ المقلب بہ علامہ جمال الدین (یا: جلال الدین) بن عطاء اللہ قادری کرنولی (یا) نارنولی (دہلوی) ثم فیروز پوری علیہ الرحمہ کا بھی ہے آپ علیہ الرحمہ کا شمار غیر منقسم بنگال کے عظیم ترین صوفیہ میں ہوتا ہے، بلکہ بنگال میں قادری سلسلہ کے جن بزرگوں کا نام پہلے لیا جاتا ہے ان میں حضرت شاہ نعمت اللہ قادری فیروز پوری علیہ الرحمہ کا نام صف اول میں لیا جاتا ہے۔ آپ علیہ الرحمہ صوبہ دہلی کے علاقہ کرنول (یا نانورل) میں پیدا ہوئے۔

(ماخوذ از: رود کوثر ص ۵۱۳، مصنف شیخ محمد اکرم، ناشر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، تذکرہ صوفیاے بنگال ص ۴۲۱؛ میموری آف گوڑ اینڈ پنڈوہ، کا پہلا سلیس اردو ترجمہ بنام "تذکرہ گور و پنڈوہ" ص ۱۱۵۔ مصنف خان صاحب عابد علی خان ترجمہ وتحقیق میزان الرحمٰن علائی۔ آثار منیر ص ۵۹، تصنیف: سید شاہ مراد اللہ منیری، طابع و ناشر: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ)

حصول تعلیم کے لیے آپ علیہ الرحمہ نے مختلف شہروں کا سفر فرمایا اور علم ہیئت کی تعلیم آپ علیہ الرحمہ نے استاد الملک شیخ محمد افضال عثمانی جونپوری سے حاصل کی۔

(ماخوذ از: تذکرہ صوفیاے بنگال ص ۴۱۹، مصنف: اعجاز الحق قدوسی، ناشر مرکزی اردو بورڈ لاہور، اشاعت اول: ۱۹۶۵ء)

آپ علیہ الرحمہ نے سلسلہ قادریہ میں خرقہ خلافت و اجازت حضرت شیخ شمس الدین ابو الفتح قادری علیہ الرحمہ سے اور سلسلہ چشتیہ میں حضرت شیخ محمد بن حسن چشتی احمد آبادی علیہ الرحمہ سے اور سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت شیخ محمد بن جلال نقشبندی گجراتی علیہ الرحمہ سے حاصل کی۔

(ماخوذ از: تذکرہ صوفیاے بنگال ص ۴۲۰)

شہر راج محل میں آمد

آپ علیہ الرحمہ چوں کہ ایک عظیم سیاح (بہت زیادہ سفر کرنے والے، کثرت سے سیر وسیاحت کرنے والے) تھے، سیر وسیاحت ہی کے سلسلے میں آپ علیہ الرحمہ شہر راج محل اس وقت تشریف لائے جس وقت شہر راج محل پورے بنگال کی راجدھانی تھی اور اس وقت گورنر شاہ شجاع تھے، جب آپ علیہ الرحمہ شہر راج محل تشریف لائے تو شاہ شجاع نے آپ علیہ الرحمہ کی خوب پزیرائی کی۔

(ماخوذ از: رود کوثر ص ۵۱۴، میموری آف گوڑ اینڈ پنڈوہ، کا پہلا سلیس اردو ترجمہ بنام "تذکرہ گور و پنڈوہ" ص ۱۱۵۔)

آپ علیہ الرحمہ سے شاہ شجاع گورنر راج محل کی ارادت

شاہ شجاع جو کہ مغل بادشاہ شاہ جہاں اور مہارانی ممتاز محل کے دوسرے شہزادے تھے شاہ جہاں نے جب شہزادہ شجاع کو بنگال کا گورنر مقرر کیا اور شاہ شجاع کے دور گورنری میں بھی شہر راج محل بنگال کا دار الحکومت مقرر رہا تھا اور شاہ شجاع کے دور گورنری میں ہی حضرت شاہ جلال الدین نعمت اللہ قادری علیہ الرحمہ کی شہر راج محل آمد ہوئی تھی تو شاہ شجاع آپ علیہ الرحمہ کی شخصیت سے اتنا متاثر ہوا کہ آپ علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر آپ علیہ الرحمہ کے

ارادت مندوں میں شامل ہوگیا۔ (ماخوذاز: تذکرہ صوفیاے بنگال ص۴۲۱)

شاہ شجاع اور مرشد کا احترام

روایت ہے کہ: شاہ شجاع کے دور گورنری میں ٹانڈہ (بنگال) میں ایک جنگ ہوئی، شریف خان کی فوج شکست کھائی اور شاہ شجاع کی فوج فتح حاصل کی تو شریف خان اور ان کے چند زخمی ساتھیوں کو قید کر کے شاہ شجاع کے سامنے لایا گیا تاکہ شاہ شجاع کے روبرو ان سب کی گردنیں اڑا دی جائے تو شاہ شجاع کے مرشد گرامی حضرت جلال الدین شاہ نعمت اللہ قادری علیہ الرحمہ نے شاہ شجاع کے سامنے ان قیدیوں کو نہ مارنے کی خواہش ظاہر کی تو شاہ شجاع نے مرشد کی خواہش سنتے ہی سارے قیدیوں کی جان بخشی کردی۔

(میموری آف گور اینڈ پنڈوہ، کا پہلا سلیس اردو ترجمہ بنام" تذکرہ گور و پنڈوہ" ص ۱۱۵ تا ۱۱۶)

شاہ شجاع کے پیر و مرشد حضرت جلال الدین شاہ نعمت اللہ قادری علیہ الرحمہ جب آخری ایام میں شہر راج محل سے چل کر فیروز پور (گوڑ بنگال) میں رہنے لگے تو ایک بار شاہ شجاع وہاں اپنے مرشد کی زیارت کو گیا اور اپنے مرشد کی قیام و آرام کے لیے ساتھ اپنے قیام کے لیے شاہ شجاع نے وہاں ایک خوبصورت دو منزلہ عمارت تعمیر کرائی جو کہ تہہ خانہ اور موسم گرما عمارت کے نام جانی جاتی ہے۔

(ماخوذاز: رود کوثر ص ۵۱٤، میموری آف گوڑ اینڈ پنڈوہ، کا پہلا سلیس اردو ترجمہ بنام" تذکرہ گور و پنڈوہ" ص ۱۱٦)

آپ علیہ الرحمہ صاحب تصنیف بھی تھے آپ نے قیام دہلی کے درمیان قرآن مجید کا ترجمہ لکھا پھر آپ علیہ الرحمہ تفسیر جلالین شریف کے طرز پر قرآن کریم کی تفسیر بھی لکھی جس کی تکمیل قیام بنگال میں مکمل ہوئی۔

(ماخوذاز: تذکرہ صوفیاے بنگال ص۴۲۱)

آپ علیہ الرحمہ کو سیف خان نے چار سو قدادین خراجی زمین فیروز پور (گوڑ بنگال) میں دی تھی۔ (یاد رہے: ایک قدان چار سو مربع گز بانس کا ہوتا

ہے۔ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کتنی زمین تھیں!)

(ماخوذاز: تذکرہ صوفیاے بنگال ص۴۱۹)

وفات و مزار

آپ علیہ الرحمہ کا انتقال پر ملال ۱۰۷۵ھ ۱٦٦٤ء میں فیروز پور (گوڑ موجودہ ضلع مالدا بنگال میں) ہوا۔ یاد رہے! آپ علیہ الرحمہ نے تقریباً ۳۳ سال فیروز پور گور بنگال میں قیام کیا اور مسلسل خلق خدا کی خدمت کرتے رہے، آپ علیہ الرحمہ کی وفات کا فارسی مادہ تاریخ **"نعمت اللہ بحر العلوم مدام"** ہے، آپ کا مزار مقدس فیروز پور گوڑ کے مشہور و معروف چھوٹا سونا مسجد تقریباً نصف میل کی دوری پر موجودہ ہے، مزار مقدس میں ایک عالی شان گنبد بھی موجود ہے (موجودہ وقت میں یہاں مسلم آبادی نہیں کے برابر ہے۔)

(ماخوذاز: رود کوثر ص ۵۱٤، تذکرہ صوفیاے بنگال ص ۴۲۱؛ میموری آف گوڑ اینڈ پنڈوہ، کا پہلا سلیس اردو ترجمہ بنام" تذکرہ گورو پنڈوہ" ص ۱۱۵۔تا ۱۷،)

(۲) حضرت سید مرتضیٰ آنند اور راج محل

حضرت سید مرتضیٰ آنند المعروف سید سلطان علیہ الرحمہ اپنے وقت کے بہت ہی مشہور و معروف پیر کامل مجذوب وقت اور صاحب کرامت بزرگ تھے، آپ علیہ الرحمہ کو سماع اور موسیقی سے غیر معمولی دلچسپی تھی بلکہ آپ علیہ الرحمہ پر لطف سماع سے وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی اور وجدی کیفیت میں بھی آپ علیہ الرحمہ توحید خداوندی کے گیت گاتے تھے، بلکہ آپ علیہ الرحمہ نے سترہویں صدی عیسوی میں بحیثیت ایک صوفی اور شاعر کے غیر معمولی شہرت حاصل کی، آپ علیہ الرحمہ کا پورا نام: سید مرتضیٰ، اور آنند تخلص ہے، آپ کے والد کا نام: سید حسن ہے جو کہ بریلی کے رہنے والے تھے، وہ بریلی سے مرشد آباد آ کر آباد ہو گئے تھے، یہی مرشد آباد بنگال کے

قصبہ بالی گھاٹ (بالوگھاٹ نزد جنگی پور بنگال) میں حضرت سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت تقریباً ۱۵۹۰ء میں ہوئی۔

(ماخوذ از: رودکوثر ص ۵۱۹، مصنف شیخ محمد اکرام، ناشر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، مسلم بنگالی ادب، ص ۲۱۲ تا ۲۱۳، ڈاکٹر انعام الحق، ایم، اے، پی ایچ ڈی، کی کتاب مسلم بنگلہ ساتھیہ کا اردو ترجمہ، ادارہ مطبوعات پاکستان، اشاعت ۱۹۰۷ء، تذکرہ صوفیاے بنگال ۳۶۹، مصنف اعجاز الحق قدوسی، ناشر مرکزی اردو بورڈ لاہور)

آپ علیہ الرحمہ کے پیر و مرشد کا نام: سید شاہ عبدالرزاق علیہ الرحمہ ہے۔

(مسلم بنگالی ادب، ص ۲۱۲، رودکوثر ص ۵۱۹)

اور حضرت سید شاہ عبدالرزاق علیہ الرحمہ کا مزار مقدس مرشد آباد چڑکھا شریف مرشد آباد نزد جنگی پور میں موجود ہے۔ راقم الحروف اس مقدس مزار کی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔ الحمدللہ۔

حضرت سید مرتضیٰ آنند المعروف سید سلطان علیہ الرحمہ اور حضرت جلال الدین شاہ نعمت اللہ قادری فیروز پوری علیہ الرحمہ ہم عصر تھے دونوں بزرگوں کے درمیان بڑی اچھی دوستی تھی۔

(ماخوذ از: مسلم بنگالی ادب، ص ۲۱۲، تا ۲۱۳، تذکرہ صوفیاے بنگال ص ۳۶۹)

شہر راج محل میں سکونت

حضرت سید مرتضیٰ المعروف سید سلطان علیہ الرحمہ نے راج محل کے گورنر شاہ شجاع کے دور میں مرشد آباد کے بجائے شہر راج محل میں سکونت اختیار کرلی تھی اور یہی شہر راج محل میں رہا کرتے تھے چناں چہ صاحب خزینۃ الاصفیاء نے لکھا ہے کہ: سید مرتضیٰ شاہ راج محل میں رہتے تھے۔ جو (راج محل) شاہ شجاع کے زمانے میں بنگال کا صدر مقام (راجدھانی) تھا۔

(ماخوذ از: رودکوثر ص ۵۲۰، مسلم بنگالی ادب، ص ۲۱۳، بحوالہ۔ تذکرہ صوفیاے بنگال ۳۷۰،)

حضرت سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ اپنے وقت کے مشہور و معروف اور بے نظیر بنگلہ

اور فارسی کے شاعر بھی تھے، بنگلہ اشعار پر مشتمل آپ علیہ الرحمہ کی دو کتابوں کے نام یہ ہیں: (۱) یوگ قلندر (جسے "جوگ قلندر" بھی کہا جاتا ہے) (۲) پداولی۔ آپ علیہ الرحمہ کی تصنیف "یوگ قلندر" اگرچہ ۷۰ یا ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے لیکن بنگالی ادب کی اہم خصوصیات کی آئینہ دار ہے۔ "یوگ قلندر" کی ابتداء اس طرح شروع ہوتی ہے:

سب سے پہلے میں رب الارباب کی خدمت میں سر تعظیم خم کرتا ہوں، اس کے بعد بارگاہ رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) میں۔ خدائے رحمٰن و رحیم قوی وحی القیوم ہے۔ اٹھارہ ہزار عالم اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔

(ماخوذ از: مسلم بنگالی ادب ص ۱۱۴، تذکرہ صوفیاے بنگال ص ۳۷۰ تا ۳۷۱)

انتقال پر ملال

آپ علیہ الرحمہ اس دار فانی میں تقریباً ۷۰ یا ۷۲ سال کی عمر گزار کر اپنے پیدائشی وطن جنگی پور مرشد آباد بنگال کے موضع سوتی (نزد جنگی پور مرشد آباد) میں تقریباً ۱۶۶۲ء کو انتقال کر گئے۔ (ان للہ وانا الیہ راجعون)

(ماخوذ از: مسلم بنگالی ادب، ص ۲۱۳)

مزار مقدس

حضرت سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ کا مزار پاک جنگی پور مرشد آباد بنگال کے قریب موضع سوتی (ہروا گاؤں) میں موجود ہے، ہر سال ۱۱، ۱۲، اور ۱۳ رجب المرجب کو آپ کا عرس پاک بڑی شان کے ساتھ جنگی پور مرشد آباد پولیس اسٹیشن کے موضع سوتی میں منایا جاتا ہے۔

(مسلم بنگالی ادب، ص ۲۱۲، تذکرہ صوفیاے بنگال ص ۳۷۰)

شہر راج محل کے ایک عظیم سپوت

مرزا عبدالقادر بیدل اور راج محل۔

شہر راج محل وہ ہے جہاں ایسی ایسی شخصیات نے جنم لیا ہے جن پر صرف راج محل ہی نہیں بلکہ پورے ملک ہند کو ناز ہے، انہی شخصیات میں شامل ایک عظیم نام ہے: حضرت مرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمہ کا ہے، جو کہ فارسی شاعری کے بلند پایہ اور مسلم الثبوت استاد تھے، یہی وجہ ہے کہ شاعروں کے تمام تذکرہ نگاروں اور نقادان سخن نے آپ کے فن اور عظمت کو تسلیم کیا ہے، بلکہ تذکرہ نگاروں میں سے کسی نے آپ کو" مرجع اہل کمال وملجای ارباب حال" لکھا، تو کسی نے آپ کو" قبلہ لفظ وکعبہ معانی" لکھا، تو کسی نے آپ کو کلمات الشعراء میں" استاد فن" لکھا، تو آزاد بلگرامی نے آپ کو" پیر میکدہ سخندانی وأفلاطون خم نشین یونانی معانی" لکھا، تو مرزا غالب نے آپ کو" بحر بیکراں اور محیط بے ساحل" جیسے الفاظ سے خراج عقیدت پیش کیا، یہاں تک کہ مرزا غالب نے فن شاعری میں آپ کو اپنا استاد معنوی تک مانا ہے، مرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمہ کی شخصیت اتنی عظیم تھی کہ شاعر مشرق علامہ اقبال بھی آپ کے فکر وفن کے معترف تھے، اور مجنون گورکھپوری، عابد علی عابد، عباداللہ اختر، ڈاکٹر عبدالغنی، اور خواجہ عبدالرشید نے اپنی نگارشات میں مرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمہ کو ایک عظیم شاعر اور مفکر مانا ہے، اور خواجہ عبدالرشید نے تو مرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمہ کو مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا ہم پلہ قرار دیا ہے۔ مرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمہ کی شخصیت اور آپ کے فارسی کلام کی شہرت کا عالم یہ تھا کہ آفغانستان اور وسط ایشیا کے عوام وخواص سب میں آپ کی ذات اور آپ کا کلام بے حد مقبول تھا، بلکہ آفغانستان اور وسط ایشیا کے اہل علم اور صاحبان نقد ونظر

حضرت مرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمہ کو" خدائے سخن" کا مقام دیتے تھے۔

(ماخوذ از: مرزا عبدالقادر بیدل شخصیت اور شاعری، ص ۲، مصنف ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی ممتاز پروفیسر جی سی یونیورسٹی لاہور، طابع، گنج شکر پریس لاہور، اشاعت: ۲۰۱٤ء)

حضرت مرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمہ کا نام: مرزا عبدالقادر، اور آپ کے والد ماجد کا نام: مرزا عبد الخالق، اور آپ کی کنیت: ابو المعانی ہے۔ آپ کی ولادت با سعادت: ۱۰۵٤ھ میں اکبر نگر (موجودہ شہر راج محل صاحب گنج جھارکھنڈ) میں ہوئی۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ حضرت مرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمہ کو کچھ تذکرہ نگار"عظیم آبادی" کچھ" اکبر آبادی" کچھ" لاہوری" اور کچھ " شاہجہان آبادی" لکھتے ہیں، اور اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ علیہ الرحمہ کی جائے ولادت" پٹنہ عظیم آباد" بتائی ہے، لیکن حقیقت اور اصل بات یہ ہے کہ: حضرت مرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمہ ماضی کے" اکبر نگر عرف راج محل بنگال" اور موجودہ" شہر راج محل صاحب گنج جھارکھنڈ" میں پیدا ہوئے ہیں۔

(ماخوذ از: مرزا عبدالقادر بیدل شخصیت اور شاعری، ص ۳)

حضرت مرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمہ پانچ سال کی عمر میں یتیم ہو چکے تھے، بعدہ آپ کے چچا مرزا قلندر نے آپ کی پرورش وتربیت فرمائی، اور انہی کی زیر نگرانی" کافیہ" تا" شرح ملا جامی" تک کی عربی تعلیم حاصل کی، پھر آگے کی تعلیم دیگر بزرگوں سے حاصل کی، آپ علیہ الرحمہ کو شروع ہی سے شعر وشاعری سے کافی دلچسپی رہی، اولاً آپ علیہ الرحمہ اپنے لیے" رمزی" تخلص استعمال کرنے لگے، پھر جب ایک روز دیباچہ گلستان میں یہ مصرع نظر آیا:

بیدل از بے نشان چہ گوید باز

اس مصرع سے آپ ایسے متاثر ہوئے کہ اپنا تخلص" بیدل" رکھ لیا اور" رمزی" تخلص کا استعمال ترک فرما دیا۔ بیدل کا معنی" عاشق کے بھی ہے، اور

بیدل کا مفہوم تصوف میں یہ بھی ہے کہ قلب سالک خواطر وخطرات سے پاک ہو۔

(ماخوذ از: مرزا عبدالقادر بیدل شخصیت اور شاعری، ص ۳)

حضرت مرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمہ بڑے وجیہہ وشکیل تھے، اور ایسے طاقتور تھے کے بڑے بڑے پہلوان بھی آپ سے پنجہ آزمائی کرنے کی ہمت نہیں کر پاتے تھے کیوں کہ آپ علیہ الرحمہ کی طاقت کا عالم یہ تھا کہ ایک منٹ میں بڑے بڑے پہلوان کو چت کر دیتے تھے، یہی وجہ تھی کہ آپ علیہ الرحمہ نے پنجہ آزمائی اور زور آزمائی کے لیے ایک گھوڑا پال رکھا تھا، آپ علیہ الرحمہ دوڑ لگانے میں اچھے اچھے گھوڑے کو مات دے دیتے تھے، آپ علیہ الرحمہ اپنے ہاتھ میں لوہے کا عصا رکھتے تھے جس کا وزن تقریباً ۳٦ سیر ہوتا تھا، کبھی اگر کسی نے آپ علیہ الرحمہ کے سامنے آپ کے عصا کا تذکرہ شروع کر دیا تو آپ مسکرا کر فرماتے: **عصا سنت انبیا، زینت صلحا، مونس اعمی، ممد ضعفا اور دافع اُعداء ہے**، یعنی عصا انبیائے کرام کی سنت ہے نیک لوگوں کی زینت ہے، نابیناؤں کا غمخوار ہے، کمزوروں کا مددگار ہے، اور دشمنوں سے بچانے والا ہے۔

(ماخوذ از: مرزا عبدالقادر بیدل شخصیت اور شاعری، ص ٤)

مرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمہ نہایت خوش خلق اور منکسر المزاج شخصیت کے مالک تھے لیکن بڑے خودار اور حساس انسان بھی تھے۔ آپ علیہ الرحمہ شہزادہ محمد اعظم شاہ کی ملازمت میں بہت اچھے عہدے پر فائز تھے، ایک روز شہزادہ محمد اعظم شاہ نے اپنی شان میں آپ سے قصیدہ لکھنے کی فرمائش کی تو آپ علیہ الرحمہ نے شہزادہ کی خدمت میں قصیدہ پیش کرنے کے بجائے ملازمت سے استعفیٰ پیش کر دیا۔

(ماخوذ از: مرزا عبدالقادر بیدل شخصیت اور شاعری، ص ٤ تا ٥، بیدل عظیم آبادی، مصنف، مولانا حامد حسن قادری، ص ٧٨، طباعت ۲۰۱۰ء، مطبع، اے بی سی افسیٹ پرنٹرز دہلی،)

اسی طرح ایک بار امیر الامراء حسین علی خان نے کئی لاکھ روپے آپ علیہ الرحمہ کی خدمت میں بڑے ہی نیاز مندانہ طریقے سے پیش کئے، آپ علیہ الرحمہ نے سارے روپے یہ کہہ کر لوٹا دیے کہ آپ کے پاس محفوظ رہیں گے میرے پاس تو اتنے سارے روپے رکھنے کی کوئی جگہ تک نہیں ہے۔

(ماخوذ از: مرزا عبدالقادر بیدل شخصیت اور شاعری، ص ٥)

یہ وہ تمام حقائق ہیں جن سے سمجھا جاسکتا ہے کہ حضرت مرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمہ کی ذات کتنی عظیم الشان تھی۔ آپ علیہ الرحمہ جہاں حکمت و فلسفہ سے بخوبی واقف تھے وہیں آپ ایک صوفی بزرگ بھی تھے، عالم باعمل بھی تھے، اور صاف دل انسان بھی تھے، آپ علیہ الرحمہ نشیب وفراز زمانہ سے آشنا بھی تھے، آپ علیہ الرحمہ نے یتیمی کا درد بھی سہا تھا، غربت وافلاس کی سختیاں بھی جھیلی تھی، پھر وہ زمانہ بھی آیا کہ آپ علیہ الرحمہ نے حکومت کے زیر نگرانی اعلیٰ عہدوں پر فائز بھی رہے، آپ علیہ الرحمہ نے عوام وخواص میں اپنی مقبولیت کا درد بھی ملاحظہ فرمایا تھا، شاہجہان و عالمگیر کا مستحکم وخوش حال عہد بھی آپ علیہ الرحمہ کی نظروں میں تھا، اور عہد جانشینان عالمگیر کی طوائف الملوکی اور بدحالی بھی آپ علیہ الرحمہ کی پیش نظر تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ الرحمہ نے اپنے تمام تر تاثرات وافکار کو اپنے خاص اسلوب کے ساتھ نظم ونثر میں پیش فرمایا۔ ساتھ ہی ساتھ آپ علیہ الرحمہ نے زندگی کے عام مسائل پر روشنی ڈالتے ہوئے انہیں بھی اپنا موضوع سخن بنایا۔

(ماخوذ از: مرزا عبدالقادر بیدل شخصیت اور شاعری، ص ٥ تا ٦)

مرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمہ کو سلوک وتصوف سے بڑی رغبت تھی آپ نے جن بزرگوں سے تصوف ومعرفت کا فیض حاصل کیا ان میں مرزا قلندر، مولانا شیخ کمال، شاہ ابوالقاسم، شاہ فاضل اور شاہ کابلی، کا نام قابل ذکر ہے۔ چناں چہ مرزا عبد القادر بیدل علیہ الرحمہ خود اپنی کتاب ''چہار عنصر'' میں شاہ قاسم، شاہ کابلی، شاہ ملوک،

شاہ یکہ آزاد، شیخ کمال بہاری اور شاہ فاضل کو اپنا معنوی پیر اور روحانی استاد شمار کرتے ہیں۔

حضرت مرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمہ کی نظم اور نثر میں بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ یہ کتابیں کئی مرتبہ پاکستان، ہندوستان، تاجیکستان اور ایران میں چھپ چکی ہیں۔ آپ کی تصانیف میں سے چند یہ ہیں: (۱) ''محیطِ اعظم'' (۲) طلسمِ حیرت (۳) ''طورِ معرفت'' (۴) ''عرفان'' (۵) ''چہار عنصر'' (۶) ''نکات'' (۷) غزلیات (۸) رباعیات (۹) قطعات (۱۰) تنبیہ المہوسین (۱۱) مثنوی بیانیہ (۱۲) قصاید (۱۳) رقعات بیدل۔ وغیرہ آپ کی مشہور و معروف تصانیف میں سے ہیں۔

(ماخوذ از: عبدالقادر بیدل دہلوی (ایک تعارف) مصنف: ڈاکٹر یوسف بیگ بابا پور)

انتقال پر ملال

حضرت مرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمہ کا انتقال پر ملال تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں ماہ دسمبر ۱۷۲۰ء یا ۱۷۲۱ء مطابق ۳ صفر ۱۱۳۳ھ کو ہوا۔ آپ دہلی میں آسودہ خاک ہیں۔

(ماخوذ از: بیدل عظیم آبادی، مصنف، مولانا حامد حسن قادری، ص ۷۸، وص ۹۸، طباعت ۲۰۱۰ء، مطبع، اے بی سی افسیٹ پرنٹرز دہلی،)

راج محل میں مزارات اولیا

شہر راج محل میں جتنے بھی مزارات اولیائے کرام ماضی بعید سے متعارف ہیں اور باشندگان راج محل جہاں نسلاً بعد نسلٍ حاضری دیتے رہے ہیں افسوس کا مقام ہے کہ ان مزاروں میں آرام فرمانے والے بزرگوں کا ذکر تاریخی کتابوں میں تلاش بسیار کے بعد بھی نہیں ملتی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جن مزارات

مقدسہ کی تاریخ نہیں ملتی یا جن بزرگوں کی تاریخ نہیں لکھی گئی ہم بغیر کسی ثبوت شرعی کے ان کی بزرگیت یا ان مقدس مزارات کے فرضی ہونے کا اعلان کر دیں۔ ہاں! اگر ہمارے زمانے میں ہماری آنکھوں کے سامنے کوئی فرضی مزار بناتا ہے اور فرضی کرامات گڑھ کر کتابیں بھی لکھ دیتا ہے تب بھی ہم ان کو فرضی ہی کہتے رہیں گے۔ بہر حال! شہر راج محل میں ماضی بعید ہی سے کئی ایسے مزارات اولیا موجود ہیں جن کی اگرچہ تاریخ ہمیں نہیں ملتی مگر ان مقدسہ مزارت کی قدر منزلت اور صاحب مزار کی ولایت کی گواہی لوگوں کے دلوں میں سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہے۔ راقم تین مقدس مزارات کا مختصراً ذکر کر رہا ہے ملاحظہ کریں۔

پیر پہاڑی مزار

راج محل میں جتنے بزرگوں کے مزارات ہیں ان میں سب سے زیادہ مشہور و معروف مزار شریف ہے" پیر پہاڑی مزار" یہ مزار شریف منگل ہاٹ راج محل میں ہے۔ مزار شریف کے اُتر اور پورب میں بالکل قریب ہی میں راج محل کی مشہور و معروف ندی جاری ہے اور پچھّم کی جانب کچھ ہی دور بعد ضلع صاحب گنج جانے کے لیے روڈ ہے اور دکھن کی طرف کچھ ہی کلو میٹر دور موجودہ شہر راج محل ہے۔ مزار شریف پہاڑ پر ہے اور مزار شریف کے چاروں جانب کئی ایکڑوں پر پھیلا ہوا پہاڑ اور جنگلات ہے۔ اب تو جنگلات میں بہت کمی آگئی ہے ورنہ لوگ بتاتے ہیں پہلے گھنے جنگلات کی وجہ سے پہاڑ کے اوپر جانے میں لوگ ڈرا کرتے تھے۔ مزار شریف کے پورب میں لگ بھگ چار ہاتھ کے فاصلے پر ایک بہت ہی پرانی مسجد بنی ہوئی ہے جو اب بالکل خستہ حالت میں ہے۔ فی الحال مسجد کی ساری دیواریں ختم ہو چکی ہیں اب فقط پچھّم کی جانب کی دیوار کے کچھ نشانات باقی ہیں جسے دیکھ کر صاف ظاہر ہوتا ہے کہ

یہ مسجد بہت قدیم ہے۔مزار شریف کے قریب زائرین کے لیے ۲۰۱۷ء میں ایک ہال روم اننت کمار اوجھا راج محل ویدھائک اور وجے کمار ہانسدا راج محل سانسد کی مدد سے بنایا گیا ہے۔اس ہال روم کے دیوار پر۔ایک کتبہ موجود ہے جس میں صاحب مزار کا نام لکھا ہوا ہے" حضرت سید احمد شاہ بخاری چشتی علیہ الرحمہ" اور پتہ میں لکھا ہوا ہے:" پیر پہاڑ منگل ہاٹ ضلع صاحب گنج" کتبہ میں یہ شعر بھی لکھا ہے:

جب تک ہے تاب کہنے کی تمہیں مت چپ رہو
دین اکمل ہے تمہارا تم معین الدین ہو

پیش کردہ میں لکھا ہے:

خانقاہ معینیہ ابراہیمیہ چشتیہ ۲، بشیر الدین منشی لین۔ہاوڑا"۔

صاحب مزار کا نام" حضرت سید احمد شاہ بخاری چشتی علیہ الرحمہ" جو آج مشہور و معروف ہے اس سلسلے میں ہمارے علاقے میں یہ روایت ملتی ہے کہ تقریباً ۱۹۸۵ء یا ۱۹۷۶ء کے قریب خانقاہ حسینیہ کلیمیہ راجواڑہ راج محل میں تاج العرفا حضرت سید مسرور احمد کلیمی چشتی میران پوری علیہ الرحمہ تشریف لائے ہوئے تھے تو علاقے کے لوگوں نے عرض کی کہ حضور!" پیر پہاڑی مزار" جو راج محل منگل ہاٹ میں موجود ہے وہاں لوگ زیارت و فاتحہ کے لیے حاضری دیتے ہیں مگر صاحب مزار کا نام کیا ہے لوگوں کو نہیں معلوم اگر آپ کچھ کرم کریں نام کے سلسلے میں تو بہت اچھا ہوتا چناں چہ حضور سید مسرور احمد کلیمی چشتی علیہ الرحمہ اپنے خادم خاص سلیمان سردار نیچے مٹیال اور منشی عبد الرشید کلیمی خطیب و امام بابوٹولہ مسجد اور بھی بہت سارے اپنے مریدین و محبین کی معیت میں" پیر پہاڑی مزار شریف" تشریف لے گئے۔وہاں پہنچ کر حضرت نے سبھی

سے فرمایا: تم لوگ! نیچے رہو! سارے لوگ نیچے ٹھہرے رہے اور حضرت اکیلے پہاڑ کے اوپر مزار شریف کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔اور تقریباً آدھا گھنٹہ کے بعد آپ واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ ہمارے سلسلہ چشتیہ کے بزرگ ہیں اور ان کا نام: حضرت سید احمد شاہ بخاری چشتی علیہ الرحمہ" ہے تبھی سے یہ نام لوگوں میں مشہور و معروف ہو گیا۔(الحمدللہ اس واقعہ کے چشم دید گواہوں میں بہت سارے لوگ آج بھی موجود ہیں جن میں سے ایک نام بقول مولانا احمد حسین کلیمی کے منشی عبد الرشید کلیمی سابق امام جامع مسجد بابوٹولہ ہیں)

مزار شریف چوں کہ پہاڑ کے اوپر ہے اس لیے زائرین کے لیے پورے راستے میں سیڑھی بنائی گئی ہے جس میں لگ بھگ ۷۵ سیڑھیاں ہیں۔مزار شریف کے چاروں طرف قدیم دیواریں موجود ہیں جس میں دیدہ زیب رنگ چڑھا ہوا ہے۔لیکن مزار شریف کے اوپر گنبد موجود نہیں ہے اس کی بھی کئی وجہ لوگ بتاتے ہیں ایک وجہ جو مشہور ہے وہ یہ کہ: اس مزار شریف میں گنبد نہیں ٹھہرتا ہے گر جاتا ہے۔(اس کی حقیقت کیا ہے واللہ اعلم) مزار شریف کے دکھن جانب پہاڑ کے اوپر اور بھی کئی مزارات موجود ہیں جن میں سے ایک مزار پر عمارت بنی ہے اب بالکل خستہ حالت میں جس کی دیواریں چینی اور چونا سے بنی ہوئی ہیں جو آثار قدیمہ کی گواہی دیتی ہے۔

پہاڑ کے نیچے تین بیٹھک خانہ بھی ہے ایک میں موجودہ خادم رہتے ہیں اور دو میں زائرین فاتحہ کا کھانا، شیرنی وغیرہ پکاتے کھاتے کھلاتے ہیں۔یاد رہے یہاں آنے والے زائرین اگر گوشت کی نیاز و فاتحہ کرانا چاہتے ہیں تو یہی مزار کے نیچے پکانا پڑتا ہے گھر سے پکا کر لانے کو منع کیا جاتا ہے۔وجہ اس کی یہ بتائی جاتی ہے کہ یہاں کی فی الحال جو آبادی ہے وہ غیر مسلموں کی اس لیے

انہیں کوئی دقت نہ ہوانہیں کوئی شک شبہ نہ ہواس سبب یہی پکاؤ اور فاتحہ کرا کر کھاؤ کھلاؤ کوئی پریشانی نہیں ہے۔ راج محل کے اس مزار شریف میں صرف راج محل ہی نہیں بلکہ موجودہ صوبہ بنگال کے لوگ بھی زیارت کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ راقم الحروف نے بھی ٦ دسمبر ٢٠٢١ء بروز پیر کو زیارت وفاتحہ کے لیے حاضری دی اس سے قبل بھی کئی بار حاضری کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔

سرسی مزار شریف

شہر راج محل کے مشہور ومعروف مزارات میں سے ایک" سرسی مزار" بھی ہے۔ تاریخی کتابوں کے حوالے سے ابھی تک اس مزار کی تاریخ کا بھی ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ لیکن ہمارے علاقے کے لوگوں کے دلوں میں زمانہ قدیم سے اس مزار شریف کی اہمیت اور صاحب مزار کی بزرگی مسلم ہے۔ یہ مزار شریف سرسی راج محل میں موجود ہے۔ مزار شریف کے چاروں جانب لوگوں کی کھیتیاں ہیں۔ اور مزار شریف کے دکھن جانب سے نیا بازار اور راج محل بوہرا کالج والا روڈ جاتا ہے۔ ہمیں آج بھی یاد ہے کہ اس مزار شریف کے سر اور پیر کی جانب زمانہ قدیم ہی سے دو املی کا موٹا موٹا تناور درخت تھا جس کی شاخیں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں جس کے سبب مزار شریف کے چاروں اطراف میں نہایت ہی آرام دہ موسم رہتا تھا۔ مزار شریف کے اردگرد اپنے کھیتوں میں کام کرنے والے کسان حضرات جب گرمی سے پریشان ہوتے تو یہی مزار شریف کے پاس آکر کچھ دیر آرام کرتے اور سکون ملنے کے بعد اپنے کھیتوں کی طرف چلے جاتے اس طرح پورے دن کوئی نہ کوئی کسان یا آس پاس کے لوگ یہاں موجود ہوتے تھے کیوں کہ یہاں آنے کے بعد ایسا سکون ملتا کہ جس کا جواب نہیں گویا ایسا محسوس ہوتا کہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں صاحب مزار کا

کرم بن کر برس رہی ہے۔ آس پاس کے کھیتوں سے جب کسان حضرات فصلیں نکالتے تو اولاً اس مزار شریف میں فاتحہ خوانی کرتے تھے۔ جب تک املی کے دونوں درخت کو کاٹا نہیں گیا تھا تب تک مزار شریف پر کوئی گنبد نہیں تھا۔ بغیر گنبد کے چاروں طرف سے کچھ دیواریں بنی ہوئی تھیں اور اوپر ٹالی لگے تھے۔ پھر غالباً ٢٠١٥ء میں سرسری مزار کمیٹی بنی تب شاید کمیٹی والوں نے اچھی عمارت اور گنبد بنانے کی چاہت میں دونوں املی کے درخت کو کٹوا ڈالا۔ پھر سرکاری مدد لے کر زائرین کے لیے ایک ہال اور ایک خادم روم بنایا گیا۔ اور مزار پر دیگر تعمیری اور گنبد بنانے کا کام بھی شروع ہوا۔ لیکن اب تک مکمل کام نہیں ہو پایا ہے۔ راقم کی طرح ہمارے علاقے کے اکثر عوام وخواص اس مزار شریف پر حاضری دیتے ہیں۔ ہمارے علاقے کے کئی لوگوں نے اس مزار پر خادم کی خدمت انجام دی ہیں جن میں چند خادموں کے نام یہ ہیں:

مخدوم شیخ اوپر مٹیال۔ بندہ شیخ بابوٹولہ۔ میر روشن علی راجواڑہ۔ بھدو شیخ اوپر مٹیال۔ غلام رسول متان اوپر مٹیال۔ مولانا احمد حسین کلیمی نیچے مٹیال۔

صاحب مزار کا نام کیا ہے حتمی طور پر ابھی تک کسی کو نہیں معلوم۔ ہاں! موجودہ خادم مولانا احمد حسین کلیمی کے مطابق کچھ لوگ" حضرت عبدالرحمٰن شاہ علیہ الرحمہ" کہتے ہیں اور مولانا معظم حسین کلیمی صاحب بابوٹولہ کہتے ہیں کہ مولانا فضل الرحمٰن مٹیال کے والد مخدوم شیخ مرحوم جو کہ سرسی مزار میں خادم کی خدمت انجام دیتے تھے انہوں نے بتایا تھا کہ صاحب مزار کا نام: حضرت غلام اشرف علیہ الرحمہ" ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کو ہی بہتر معلوم کہ اصل نام کیا ہے مگر ہاں! یہ مزار بہت قدیم ہے اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

مستان گڑھ مزار شریف

مستان گڑھ مزار شریف، گاؤں لکھی پور نزد پھول بڑیا راج محل ۔یہاں پر دو
مزار شریف موجود ہے اور فی الحال دونوں مزار شریف پر عمارت و گنبد موجود
ہے۔ان دونوں مزار کے متعلق راقم الحروف بچپن سے سنتا اور علاقے کے لوگوں کو
یہاں زیارت وفاتحہ پڑھتے دیکھتا آرہا ہے خود راقم نے بھی کئی بار دونوں مزار شریف
پر حاضری دی اور فاتحہ خوانی کی ہے کیوں کہ راقم کے گاؤں ٹیال سے تقریباً ایک
کلومیٹر دور ہی پر یہ دونوں مزار شریف موجود ہے۔آج بتاریخ ۱۲ اپریل ۲۰۲۲ء
بروز بدھ بعد نماز عشاء وتراویح۔راقم! مستان گڑھ پہنچا اور بڑی مزار شریف کے
سامنے کی چائے دکان پر چائے نوشی بھی کیا پھر مستان گڑھ کے ارد گرد کے چند
بڑے بزرگ لوگ جو وہاں موجود تھے ان سب کو اپنے قریب کیا اور دونوں مزار
شریف سے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تو سب نے بیک زبان یہی کہا
کہ ان دونوں مزار شریف کے متعلق ہم سب بھی بچپن سے سنتے آرہے ہیں اور ہم
سب بھی زیارت و فاتحہ کرتے چلے آرہے ہیں۔اور دونوں مزار شریف سے متعلق
ہمارے بڑے بزرگ کئی سارے کراماتی واقعات بھی ہمیں سناتے رہے ہیں۔بہر
حال! لوگوں نے بتایا کہ: دونوں مزار کے پورب طرف بالکل قریب سے پہلے
زمانے میں راج محل ندی کا پانی بہا کرتا تھا ایک طرف پانی اور باقی تینوں طرف
جنگلات و بڑے بڑے پیڑ پودے کثرت سے موجود تھے۔جب کہ آج تو چاروں
طرف گاؤں کا گاؤں آباد ہے الحمد للہ۔ پھر انہوں نے بتایا کہ دونوں مزار شریف پر
عمارت و گنبد جو آپ دیکھ رہے ہیں جب تک یہ صوبہ بہار میں شامل تھا تب تک یہ
عمارت و گنبد نہیں تھا جب صوبہ جھارکھنڈ بنا اس کے بعد یہ سب عمارت اور گنبد بنایا
گیا ہے۔اور جب مزار شریف پر عمارت و گنبد نہ تھا اس وقت دونوں مزار شریف

کے پاس بہت بڑے بڑے جھاڑ موجود تھے۔پھر لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا
کہ ایک بزرگ: حضرت سید عبد الرحمٰن قادری علیہ الرحمہ کے نام سے لوگوں میں
معروف ہے اور آپ ہی کا مزار بڑی درگاہ کے نام سے یہاں مشہور و معروف
ہے۔اور دوسرے بزرگ کا نام: حضرت سید شمس الزماں قادری علیہ الرحمہ
معروف ہے۔اور آپ ہی کے مزار شریف کو یہاں لوگ چھوٹی درگاہ کہتے
ہیں۔وہاں لوگوں کی موجودگی میں حافظ وقاری شجیر الدین اشرفی صاحب قبلہ ساکن
بیر بنا خطیب وامام جہان ٹولہ جامع مسجد نے اپنے بچپن کا ایک واقعہ بتایا جس کا
مفہوم یوں ہے کہ: ان کے بچپن کا دور تھا اس وقت وہ مدرسہ زینت العلوم ہنسن ٹولہ
راج محل میں زیر تعلیم تھے مدرسہ زینت العلوم میں ان کے ایک استاذ تھے" مولانا
شمیم صاحب قبلہ" جو غالباً پورنیہ بہار کے رہنے والے تھے بڑے نیک انسان تھے
بقول حافظ شجیر الدین صاحب کے وہ تہجد گزار بھی تھے، حافظ شجیر الدین صاحب
بتاتے ہیں کہ: ایک روز حضرت مولانا شمیم صاحب قبلہ نے مجھ سے فرمایا: بابو (شجیر
الدین) مجھے ایک جگہ فاتحہ کے لیے چلنا ہے تم بھی میرے ساتھ چلو۔ چناں چہ ہم
حضرت کے ساتھ چلنے لگے حضرت ہمیں لے کر مستان گڑھ تشریف لائے اور آج
جہاں چھوٹی درگاہ شریف موجود ہیں یعنی حضرت سید شمس الزماں قادری علیہ الرحمہ کی
وہاں اس وقت ایک بڑا سا پیڑ موجود تھا۔اس درخت کے نیچے حضرت مولانا شمیم
صاحب قبلہ جو میرے استاذ ہیں انہوں نے فاتحہ پڑھی بعدہ انہوں نے فرمایا: یہاں
ایک بہت بڑے بزرگ لیٹے ہوئے ہیں۔اس لیے یہاں فاتحہ کرنے آیا
ہوں۔حافظ شجیر الدین صاحب کے مطابق یہ بات تقریباً ۲۰۰۰ء کی ہے۔اسی
طرح راقم سے مولانا قطب الدین صاحب پھول بڑیا نے اپنے والد مرحوم کے
حوالے سے ایک واقعہ بیان کیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ: حضرت قاری سلیمان قادری

سیوانی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے علاقہ راج محل میں کثرت سے دورہ کیا کرتے تھے" انہی بزرگ کے نام سے کوئلہ بازار راج محل میں" مدرسہ سلیمانیہ" بنا تھا۔اور حضرت قاری سید سلیمان قادری علیہ الرحمہ کے والد ماجد یا دادا حضرت سید یوسف قادری سیوانی علیہ الرحمہ بھی راج محل علاقے کا دورہ فرمایا کرتے تھے انہی کے نام سے ادھوا راج محل میں" مدرسہ یوسفیہ" بنا تھا۔ پھر ان علاقہ راج محل میں حضرت قادری سید سلیمان قادری سیوانی علیہ الرحمہ کے بعد ان کے شہزادے و جانشین حضرت سید شعیب میاں قادری سیوانی علیہ الرحمہ المعروف حضرت شعیب الاولیاء کا دورہ ہونے لگا۔آج افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جن راج محل کے علاقوں میں پہلے بزرگ کے چاہنے والے دیوانے رہا کرتے تھے جن بزرگوں کے نام سے جن علاقوں میں مدارس اسلامیہ کا قیام ہوا تھا آج وہ پورے کا پورا علاقہ وہابیہ تحریک سے متاثر ہوکر وہابی بن چکا ہے لیکن ہم افسوس تک نہیں کرتے اور یہ وہابیت ہمارے علاقے میں روز بروز ترقی کرتی جارہی ہے مگر ہم ہیں کہ اس کی روک تھام کے لیے پہل کرنے کے بجائے ہم سنی حضرات آپسی اختلاف میں لگے ہوئے ہیں فروعی اختلاف کے سبب ایک دوسرے پر تیر برساتے رہتے ہیں افسوس صد افسوس۔خیر! تو عرض کر رہا تھا کہ جب حضرت قاری سید سلیمان قادری سیوانی علیہ الرحمہ کا راج محل پھول بڑیا میں دورہ ہوتا تھا تو آپ علیہ الرحمہ پھول بڑیا کے رہنے والے" جناب سادی مانی" کے گھر تشریف فرما ہوتے تھے۔مولانا قطب الدین رضوی صاحب قبلہ پھول بڑیا کے مطابق ان کے والد نے بتایا کہ حضرت قاری سید سلیمان قادری علیہ الرحمہ رات کے وقت جب سارے لوگ سو جاتے تب حضرت پہلے مستان گڑھ مزار شریف پیدل تشریف لے جاتے باغیچے کے راستے سے وہاں فاتحہ خوانی کرتے پھر وہاں سے فارغ ہوکر سرسی مزار تشریف لے جاتے تھے۔ پھر

واپس پھول بڑیا تشریف لاتے تھے۔اس واقعہ کی تصدیق محمد عبد الرقیب عرف روقیم صاحب پھول بڑیا نے بھی کی۔مستان گڑھ مزار شریف کے خادموں کے متعلق جانکاری حاصل کرنے کی کوشش کی تو ماسٹر نفیل اشرفی صاحب لکھی پور بتانے لگے ہیں کہ مجھے زیادہ تو یاد نہیں لیکن ہاں! یہی قریب کے ایک خادم صاحب تھے جن کا نام: عظیم خان عرف عظیم گونی، تھا وہ مزار شریف کی صاف صفائی اور آنے جانے والے زائرین کا خیال رکھا کرتے تھے بلکہ عظیم خان گونی کے نام سے مشہور تھے اس لیے ان کے پاس بہت سارے لوگ آتے تھے اور وہ سب کا علاج مزار شریف میں فاتحہ خوانی کرکے کیا کرتے تھے اور لوگ شفا بھی خوب پاتے تھے۔لوگ بتاتے ہیں کہ مزار شریف کی کمیٹی کی طرف سے ہر سال عرس کے طور پر اعلیٰ پیمانے پر کانفرنس وفاتحہ خوانی کا اہتمام کیا جاتا تھا،جس میں برصغیر کے بڑے بڑے علماء وخطبا کی آمد ہوتی تھی۔لوگوں نے بتایا کہ مشہور مقرر غلام ربانی پاکستانی (صاحب خطبات ربانی) اور شیخ الاسلام والمسلمین علامہ سید مدنی میاں کچھوچھوی مدظلہ العالی (صاحب خطابت برتانیہ) اور میدان خطابت کے شہنشاہ علامہ سید ہاشمی میاں کچھوچھوی مدظلہ العالی (صاحب خطبات ہاشمی) وغیرہ یہاں تشریف لا چکے ہیں۔راقم نے جناب شمشیر علی صاحب جن کی عمر تقریباً ۷۰ سال ہے ان سے بھی مستان گڑھ مزار کے تعلق سے پوچھا تو انہوں نے بھی بتایا کہ ہمارے باپ دادا بھی اس مزار پر حاضری وفاتحہ خوانی کیا کرتے تھے۔یہاں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مستان گڑھ مزار سے علاقہ راج محل کے لوگوں کی عقیدت آج کی نہیں بلکہ کم از کم سو سال سے بھی زیادہ سے ہے۔اب زیادہ کتنا اس کا فی الحال علم نہیں۔

طالب دعا:۔شبیر احمد راج محلی۔

۳۱ مئی ۲۰۲۲ء بروز منگل۔